

UNIVERSAL  
LIBRARY

**OU\_226201**

UNIVERSAL  
LIBRARY



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
وَلَا یُؤْمِنُ بِالْاٰیٰتِ الْكٰذِبَةِ

اُردو ترجمہ

# رسالۃ التوحید

مصنّفہ

مفتی مصر علامہ محمد عبدہ  
محمد رفیع عثمانی

کی

بعض نہایت اہم اور پاکیزہ فصلوں کا

جو

حسب ایضے نواب محسن الملک بہادر مرحوم اقل علی گڑھ انسی نیوٹ گزٹ میں سلسلہ  
شائع ہوا اور بعد ازاں کا بجیٹ اسکول کی جماعتِ ششم کے نصابِ دینیات میں داخل  
ہو کر اب تیسری مرتبہ بحسن سعی کارپردازانِ بک ڈپارٹمنٹ علوم

باہتمام محمد مقتدی خاں شردانی

انسی نیوٹ پریس علی گڑھ میں طبع ہوا  
۱۳۲۶ھ ۱۹۱۶ء

اعجاز التشریح (مصنفہ خلیفہ سید محمد حسین صاحب مرحوم سابق وزیر اعظم ریاست پٹیالہ) اس میں قرآن مجید کے لفظاً و معنیاً کلام اللہ اور معجزہ ہونے کا ثبوت اور مخالفین کی نکتہ چینیوں کا نہایت متانت سے جواب دیا ہے اور بڑے بڑے نامور علماء عالموں کے اقوال مذہب اسلام اور قرآن مجید کی حمایت اور تائید میں درج کئے ہیں قیمت ۷۰

کیا بلا حادوث اس کتاب موجب برکت و ثواب میں چالیس باب ہیں اور ہر ایک باب میں قریباً ایک ہی قسم کی دس دس حدیثیں بڑی محنت سے اردو میں ترجمہ کر کے جمع کی گئی ہیں جن سے ادنیٰ داعی ہر مسلمان فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ آج تک اس طرز کی کوئی کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی قیمت ۱۲

خیالات ممتاز اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ سچا مذہب وہی ہے جو فطرۃ کے موافق ہو اور مذہب اسلام کے سوا کوئی عیسائی یا یہودی آتش پرستی، ہندو بودھ وغیرہ اس معیار پر پورا نہیں اتر سکتا۔ وہابیوں کے خیالات پر بھی بحث کی گئی ہے۔ توحید اور رسالت کا مقابلہ فطرت سے کیا گیا ہے۔ اسلام اور بانی اسلام کا مفصل حال درج ہے۔ .. .. . قیمت ۶

اثبات واجب الوجود یعنی ذات و صفات واجب الوجود پر عقلی پہلو سے ایک نظر درج ہے مولفہ جناب مفتی انوار الحق صاحب ایم اے منشی فاس، اس کتاب کا مطالعہ آج کل کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ از بس مفید ثابت ہوگا۔ .. .. . قیمت ۷

تحقیق الملہ علی ان الاسلام لیس دون الفطرۃ (مصنفہ مولوی شیخ غلام مصطفیٰ صاحب رئیس مؤلفہ) اس کتاب میں مصنف نے ثابت کیا ہے کہ اسلام کا کوئی مسئلہ عقل و فطرت کے خلاف نہیں ہے اور اس کے اصول و فرع متصلہوں اور حکمتوں پر مبنی ہے۔ .. .. . قیمت ۶

# دَعْوَتِ اِسْلَام

بعض قوموں سے قبل

چونکہ اُس وقت دنیا کی تمام قوموں کو بالعموم اصلاح اور ریفارم کی ضرورت تھی اس لئے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو بھی خدا نے کسی قوم یا کسی ملک کے لئے مخصوص نہیں کیا۔ بلکہ اُن کی رسالت کو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے عام کر دیا۔ لیکن اس بات کو دیکھ کر تاریخ انسان پر غور کرنے والوں کی عقلوں کو نہایت حیرانی اور پریشانی پیش آتی ہے کہ مذہبِ اسلام میں برس سے کم عرصہ میں عرب کی تمام قوموں میں پھیل گیا اور ایک صدی سے کم میں محیط مغربی سے لیکر دیوار چین تک تمام ملکوں اور قوموں میں شائع ہو گیا۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو مذاہب کی تاریخ میں سن مل سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مورخوں نے اس کا سبب بیان کرنے میں غلطی کی ہے۔

اس مذہب نے جب اپنی دعوت شروع کی تو اور مذاہب کی طرح اس کو بھی طرح طرح کی صعوبتیں اور مشکلات پیش آئیں اس کی دعوت کرنے والے کو بے شمار ایذاؤں اور تکلیفیں پہنچانی گئیں اور ایسی دشواریاں پیش آئیں کہ اگر خدا کی عنایت شامل حال نہ ہوتی تو اُن کا حل ہونا نہایت مشکل تھا۔ جن لوگوں نے اس مذہب کی دعوت کو قبول کر لیا تھا اُن کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں، وہ رزق سے محروم کئے گئے، وطن سے نکالے گئے، بہت سے لوگوں کے خون بہائے گئے۔ مگر یہ خون اولوالعزمیوں کے سر پہنچے تھے جو صبر کی چٹانوں سے نکلے تھے اور جن کو دیکھ کر اہل یقین کے دلوں میں استعجال اور ثابت قدمی زیادہ ہوتی تھی اور شک کرنے والوں کے دلوں میں رعب طاری ہوتا تھا۔

تمام مختلف مذہبی گروہوں نے جو جزیرہ نامے عرب اور اُس کے قرب و جوار میں رہتے تھے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ مذہبِ اسلام کے کمزور پورے کو جس کی جڑیں ابھی مستحکم نہیں ہوئیں اٹھا کر پھینک دیں اور اُس کی دعوت کو موقوف کر کے اس کا نام دنیا سے نیست نابود کر دیں۔ مگر وہ باوجود اپنی کمزوری کے اپنی حیثیت اور استطاعت کے موافق مدافعت کرتا رہا اور اُن کے سخت حملوں سے اپنی جان کو بچاتا رہا۔ نہ کوئی حمایت کرنے والا تھا نہ کوئی مددگار، مگر چونکہ وہ مذہب بالکل حق اور سرسبز ہدایت تھا اس لئے وہ کامیاب ہوا اور عزت و قوت حاصل کی۔ اُس وقت مختلف مذہبی فرقوں نے جزیرہ عرب کو پامال کر رکھا تھا۔ وہ اپنے

مذہب کی دعوت اور اُس کی اشاعت کرتے تھے۔ ان فرقوں کے حاکم یا بادشاہ صاحبِ عزت اور صاحبِ شوکت تھے اور مذہبی عقائد کے تسلیم کرنے پر لوگوں کو مجبور کرتے تھے مگر تاہم اُن کی یہ جاہرانہ کوششیں بالکل ناکام رہیں اور اُن کو کسی قسم کی فلاح اور بہبودی نصیب نہ ہوئی۔

مذہبِ اسلام نے عسکری و جیشوں میں جو لڑنے اور جھگڑنے اور لوٹ مار کے سوا کچھ نہ جانتے تھے ایسا اتحاد و اتفاق پیدا کر دیا جس کی نظیر اُن کی گزشتہ تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خدا کے حکم کے موافق روم اور فارس کے بادشاہوں کو جو ملکِ عسکری آس پاس تھے اپنے مذہب کی طرف دعوت کی اور ہدایت کی طرف بلایا۔ مگر انھوں نے انکار کیا بلکہ اس دعوت کی منہسی اڑائی۔ اور جہاں تک اُن سے ہو سکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی جماعت کے ساتھ دشمنی اور عداوت کا کوئی دقیقہ اٹھانا نہیں کھا۔ اُن کے لئے تمام راستے خطرناک کر دیئے اور تمام تجارتی منڈیوں میں اُن کی آمد و رفت بند کر دی۔ اس لئے اپنی حفاظت اور تبلیغِ دعوت کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی طرف فوجیں روانہ کیں اور یہی طریقہ آپ کے صحابیوں اور جانشینوں نے اختیار کیا ان لوگوں نے حق اور راست بازی کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر روم اور فارس پر حملہ کیا۔ باوجودیکہ مسلمان نہایت ضعیف اور فقہ و فاقہ کی حالت میں تھے اور اُن کے حریف قوت اور شوکت، دولت و ثروت، تعداد اور سامانِ جنگ کے لحاظ سے ہزاروں بڑے ہوئے تھے تاہم اُن کو وہ فتوحات اور کامیابیاں حاصل ہوئیں جو تمام قوموں کی تاریخ میں مشہور و معروف ہیں ان لڑائیوں میں مسلمانوں کا ہمیشہ یہ اصول رہا ہے کہ جب لڑائی کا خاتمہ اُن کی فتح پر ہوتا تو مغلوبوں اور زیر دستوں پر رحم کرتے اور نہایت مہربانی اور نرمی سے اُن کے ساتھ پیش آتے اور اُن کو اجازت دیتے کہ وہ اپنے اپنے مذہب پر ثابت قدم رہیں اور اپنے مذہبی فرائض کو نہایت اطمینان کے ساتھ بلا روک ٹوک ادا کرتے رہیں۔ اُن کی جان و مال کی ایسی ہی حفاظت کرتے جیسی کہ وہ اپنی کر سکتے تھے اور اس کے معاوضہ میں صرف ایک تھنی سی رقم اُن سے لی جاتی تھی۔ اُس وقت مسلمانوں کے سوا اور بادشاہوں کا یہ دستور تھا کہ وہ جب کوئی ملک فتح کرتے تھے تو فتح مند لشکر کے پیچھے پیچھے مذہبی دعوت کرنے والوں کا بھی ایک لشکر روانہ کرتے تھے جو لوگوں پر طرح طرح کے جبر و تشدد کر کے اپنے اُس مذہب کی طرف بلاتے تھے جس کی صحت کی دلیل قوت اور غلبہ کے سوا اُن کے پاس کچھ نہ ہوتی تھی۔ فتوحاتِ اسلام کی تاریخ میں یہ بات

کوئی نہیں بتلا سکتا کہ مذہبی دعوت کرنے کے لئے کسی مسلمان فاتح کے ساتھ کوئی خاص جماعت تھی جس کا کام صرف مذہب کی اشاعت اور اپنے عقائد کا پھیلانا ہوتا تھا۔ بلکہ اُن میں اسلام کی اشاعت کا صرف یہ طریقہ تھا کہ وہ دوسری قوم سے ملنے اور اُن کے ساتھ نہایت صفائی اور سچائی اور ایسا نڈاری کے ساتھ معاملہ کرتے تھے اور لوگ اُن کی رستبازی اور اخلاقی خوبیوں کے گردیدہ ہو جاتے تھے۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ مغلوں اور زیر دستوں کے ساتھ سہولت اور نرمی سے معاملہ کرنے کی اسلام میں کس قدر فضیلت لکھی ہے حالانکہ یورپ کے لوگ اس کو نہایت پست سمجھتی اور بو داپس خیال کرتے ہیں۔ اسلام نے اُن تمام محمولوں اور ٹیکسوں کو اٹھا دیا جو پہلے جابر بادشاہوں اور ظالم حاکموں نے رعایا پر لگا رکھے تھے۔ نا انصاف قاصبوں سے چھین کر حقداروں ان کا حق دلایا واجبی حقوق کے مطالبہ میں مسلمان اور غیر مسلمان کو یکساں طور پر آزادی عطا کی۔ کچھ زمانہ کے بعد مسلمانوں میں یہ رواج ہو گیا تھا کہ جب کوئی اسلام میں داخل ہونا چاہے اُس کے لئے ضرورت تھا کہ حکمہ شرعی میں قاضی کے پاس حاضر ہو کر اقرار کرے کہ وہ بلا اکراہ و اجبار مسلمان ہوتا ہے، نہ کسی نے اُس پر زبردستی کی ہے اور نہ دنیوی لالچ سے مسلمان ہوتا ہے، حتیٰ کہ بعض خلفاء بنی امیہ کے عہد حکومت میں یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ سلطنت کے عمال لوگ اسلام میں داخل ہونے کو مکروہ سمجھنے لگے تھے۔ کیونکہ جس وقت زیادہ لوگ مسلمان ہوتے تھے اسی قدر جزیہ کی رقم گھٹتی جاتی تھی۔ اس لئے یہ مسلمان عمال اسلام کے شیوع میں سدا رہتے۔ ہر زمانہ میں مسلمان بادشاہوں اور خلیفوں نے اپنی سلطنت کے بڑے بڑے عہدے اور معزز منصب صرف مسلمانوں کے ہی لئے مخصوص نہیں کئے بلکہ اہل کتاب وغیرہ دوسرے مذاہب کے قابل اور کار گزار اشخاص کو بھی مرحمت کئے، حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص اُندلس کی اسلامی فوج کا کمانڈر بنچھپا ہوا غرض کہ اسلامی شہروں اور ملکوں کی نسبت مذہبی آزادی کی اس قدر شہرت ہو گئی تھی کہ بے شمار یہودی یوڈا کو چھوڑ کر اُندلس وغیرہ اسلامی ملکوں میں چلے آئے۔

مسلمانوں نے جس قدر ملک اپنی تلوار سے فتح کئے اُن پر کسی قسم کی سختی اور درشتی نہیں کی بلکہ آسمانی کتاب اور خدا کی شریعت اُن کے سامنے پیش کر دی اور اُن کو اختیار دیا کہ وہ اُس کو قبول کریں یا نہ کریں۔ نہ اُن کے سامنے مذہب کی مناد کی اور نہ اُس کی اشاعت میں کسی قسم کی قوت کا استعمال کیا چڑیم کی رقم اس قدر ضعیف لگائی جس کا ادا کرنا کسی شخص پر بھی دشوار اور ناگوار نہیں ہو سکتا۔ پس وہ کونسی بات تھی جس نے مختلف مذاہب والوں کو اسلام کی طرف مائل کیا اور اُن کو یقین دلایا کہ یہی مذہب حق

اور خدا کی مرضی کے مطابق ہے اور اُن کے آباؤی مذہب بالکل چھوٹے ہیں اور اُن کو چھوڑ کر جو جو اسلام میں داخل ہونے لگے اور اُس کی خدمت میں ایسی کوششیں اور جانفشانیاں کریں جو خود عربوں نے بھی نہ کی تھیں۔

جزیرہ نمائے عرب میں جس وقت اسلام کی روشنی منو دار ہوئی اُس وقت وہاں شرک اور بت پرستی کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اسلام نے اُس کو دُور کیا اور اُن کو تمام بد اخلاقیوں اور بد اعمالیوں سے پاک صاف کر کے سیدھے رستے پر لگا دیا۔ اس لئے قدیم آسمانی کتابوں کے پڑھنے والوں اور ربانی شریعتوں کے سمجھنے والوں کو محقق طور پر ثابت ہو گیا کہ خدا کا وعدہ ہے جو اُس نے اپنے پیغمبروں ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام سے کیا تھا اور یہ مذہب وہی مذہب ہے جس کی نسبت انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کو بشارت دی تھی اس لئے اُن میں سے جو لوگ منصف مزاج اور تصائب اور ہت دہری سے پاک تھے اُنھوں نے دشمنی اور عناد کو ترک کر کے نہایت خوشی کے ساتھ اُس کو قبول کر لیا اور جو ان کا اور اُن کی قوم کا آباؤی مذہب اور عقیدہ تھا اُس کو چھوڑ دیا۔ اس سے اُن کے مقلدوں کے دلوں میں اپنے عقائد کی نسبت شک پیدا ہو گیا جس سے اُنھوں نے مذہب اسلام کے عقائد میں غور کرنا شروع کیا۔ اُن کو معلوم ہوا کہ وہ سراسر خدا کی رحمت اور مہربانی اور اُس کی نعمت ہے۔ اُس کے تمام عقیدے ایسے صاف اور سیدھے ساوے ہیں کہ اُن کو عقل آسانی کے ساتھ قبول کر سکتی ہے۔ اُس کے اعمال اور احکام ایسے دشوار اور سخت نہیں ہیں کہ برداشت کرنے سے انسانی طبیعتیں عاجز ہوں۔ اُنھوں نے دیکھا کہ اسلام عالم سفلی سے نکل کر عالم ملکوت کی طرف لے جاتا ہے اور باوجود اس کے وہ پاکیزہ چیزوں کے استعمال کی ممانعت نہیں کرتا، نہ ایسی عبادتیں فرض کرتا ہے جن کا بجالانا انسانی طبیعتوں پر شاق اور دشوار ہو۔ کھانے پینے اور کپڑے اپنے اور بدن کے اور حقوق ادا کرنے میں بھی وہ خدا کی رضامندی اور اُس کے ثواب کا وعدہ کرتا ہے، بشرطیکہ نیت پاک اور سچی ہو۔ اگر ہواؤ ہوس کے غلبے سے کوئی نافرمانی یا گناہ ہو جائے تو خدا کی مغفرت اُس کو جو کر سکتی ہے، بشرطیکہ سچے دل سے توبہ کی جائے۔ جب اُنھوں نے قرآن کو پڑھا اور اُس کے ماننے والوں کی پاکیزہ سیرتوں کو دیکھا تو اُن پر اس مذہب کی سادگی اور سچائی بالکل ظاہر ہو گئی اور اُن کو معلوم ہو گیا کہ اس کے عقائد اور مسائل ادنیٰ تا اعلیٰ اور سرسری نظر سے سمجھ میں آسکتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے موجودہ مذاہب کے

رموز اور اسرار عقل سے خارج اور فہم سے بالاتر ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے ناقابل برداشت مذہب کو چھوڑ کر فوراً اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اُس وقت بعض قومیں امتیاز کی مصیبت سے سخت نالاں تھیں جس سے بعض طبقوں یا خاندانوں کو بغیر کسی حق کے دوسرے طبقوں اور خاندانوں پر نفرت اور برتری حاصل ہو گئی تھی اور اُن کی خواہشات اور اغراض کے مقابلہ میں غریبوں اور ادنیٰ درجہ کے لوگوں کے حقوق پامال کئے جاتے تھے۔ مذہب اسلام نے اس امتیاز کو مٹا کر کے جان و مال، عزت و آبرو، دین و مذہب کے احترام کے لحاظ سے تمام طبقوں اور خاندانوں اور تمام قوموں میں مساوات کر دی۔ غریبوں کے حقوق کی یہاں تک حفاظت کی کہ ایک فقیر عورت نے جو مسلمان نہ تھی بڑی سے بڑی قیمت میں اپنا جھونپڑا فروخت کرنے سے انکار کیا جس کو ایک بڑے علاقہ کا مسلمان مطلق العنان حاکم مسجد میں شامل کرنے کے لئے خریدنا چاہتا تھا۔ اور جب اُس عورت نے خلیفہ کے دربار میں شکایت کی تو حاکم کو اس حرکت پر سخت ملامت کی گئی عدل و انصاف کے قوانین کو یہاں تک مستحکم کیا کہ ایک یہودی کو اس بات کی جرأت ہوئی کہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب جیسے جلیل القدر صحابی کے ساتھ محاصمت کرے اور وہ دونوں فیصلہ کرنے والے کے رو برو ایک حالت میں کھڑے کئے جائیں۔ اسلام کی یہی خوبیاں تھیں جن کو دیکھ کر اُس کے دشمن بھی گردیدہ ہو گئے اور عداوت کو چھوڑ کر اُس کے حامی اور مددگار بن گئے۔

جس زمانہ میں مسلمانوں پر اسلامی روح غالب تھی وہ اپنے غیر مذہب والے ہمسایوں کے ساتھ نہایت شفقت اور مہربانی سے پیش آتے تھے۔ وہ کسی کے ساتھ عداوت اور مخالفت نہ کرتے تھے مگر جبکہ اُس کا آغاز ہمسایہ کی طرف سے ہو۔ اور جب مخالفت کے اسباب رفع ہو جاتے تو پھر وہ بہت سوز و نرمی اور محبت کے ساتھ معاملہ کرتے تھے۔ اور باوجود اس کے کہ اسلام کی طرف سے مسلمانوں نے غفلت کی اور دانستہ و نادانستہ اُس کی بربادی میں کوشش کرنے لگے مگر تاہم اُس کی ترقی اور کامیابی کی رفتار خاص کر چین اور افریقہ میں برابر جاری رہی اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا جس میں مختلف مذہبوں کی بڑی بڑی جماعتیں اپنے خیالات اور عقائد سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہوئی ہوں۔ نہ کوئی ان کے سامنے مذہب اسلام کی دعوت کرنے والا ہے اور نہ ان کی گردن پر کوئی

تلوار رکھنے والے۔ جبکہ یہ لوگ صرف اُس کی خوبیاں دیکھ کر مسلمان ہوتے ہیں تو اس سے معلوم ہو کہ مذہب اسلام کا اس سرعت اور تیزی کے ساتھ ترقی کرنا اور کامیاب ہونا صرف اس وجہ سے تھا کہ وہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے اور اُس کے احکام نہایت سہل اور اُس کی شریعت عدل و انصاف کی بنیاد پر قائم کی گئی ہے۔ کیونکہ انسانی طبیعتیں صرف ایسے مذہب کی منتلاشی ہیں جو اُن کی مسخروں کے مناسب اُن کے قلوب اور عواص سے زیادہ قریب اور دنیا و آخرت کی تسلی دینے والا ہو۔ جو مذہب ایسا ہوگا وہ خود دلوں میں سرایت کر جائے گا اور عقلمیں اُس کو بہت جلد قبول کر لیں گی۔ اُس کو ایسی دعوت کرنے والوں کی ضرورت نہوگی جو اُس کی اشاعت میں بے شمار دولت اور قیمتی وقت خرچ کریں اور اُس کی ترقی کے وسائل ہم پہنچائیں اور لوگوں کو پھانسنے کے لئے طح طح کے جال پھیلائیں۔

ہمارے اس بیان کو جو لوگ نہیں سمجھتے یا سمجھنا نہیں چاہتے اُن کا قول ہے کہ ”اسلام کی اشاعت اور ترقی جو دنیا بھر میں اس سرعت اور تیزی کے ساتھ ہوئی وہ صرف تلوار کی بدولت ہوئی۔ جب مسلمان فتوحات کے لئے اُٹھے اُن کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار تھی وہ جس ناک کو فتح کرتے تھے قرآن اُن کے سامنے پیش کرتے تھے اگر وہ اُس کو قبول نہ کرتے تو تلوار اُن کی زندگی کا خاتمہ کر دیتی تھی“ ہمارے نزدیک معترضوں کا یہ قول بالکل بُتبان اور سراسر اہتمام ہے کیونکہ مسلمانوں نے اپنی مفتوح قوموں کے ساتھ جس قدر فیاضانہ اور آزادانہ برتاؤ کیا ہے جس کی تفصیل ہم اوپر بیان کر چکے ہیں وہ متواتر حدیثوں اور صحیح روایتوں سے ثابت ہوتا ہے جن میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ مسلمانوں نے ابتدا میں صرف مدافعت اور اپنی حفاظت کی غرض سے تلوار اٹھائی تاکہ دشمن اُن پر ظلم و تعدی نہ کر سکیں۔ اور اُس کے بعد جہاں کہیں فوج کشی ہوئی وہ ملکی ضرورتوں اور پولیٹیکل مصلحتوں سے ہوئی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ مسلمانوں نے اپنے مذہب کو تلوار کے زور سے پھیلا یا ہاں یہ ضرور ہوا کہ مسلمان لوگ غیر ملک والوں کے ہمسایہ ہوئے اور بعض اوقات اُن کو اپنے ملک میں پناہ دی اس ذریعہ سے اُن کو اسلام کے اصول اور عقائد کا علم حاصل ہوا اور وہ اپنی دنیا و آخرت کی بہبودی سمجھ کر خوشی اور رضامندی کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئے۔ اگر تلوار سے کسی مذہب کی اشاعت ممکن ہوتی تو وہ مذہب دنیا میں سب سے زیادہ کامیاب ہوتا۔

جنہوں نے صدیوں تک قوموں کی گردنوں پر تلوار رکھی اور ان کو مجبور کیا کہ تلوار کا مذہب قبول کریں اور ان کو دھمکا یا کہ اگر وہ اس مذہب کو تسلیم نہ کریں گی تو بالکل تباہ و برباد اور سطح زمین سے بالکل مٹا دی جائیں گی۔ یہ مذہبی اشاعت کا جاہلانہ کام ظہور اسلام سے تین صدی پہلے شروع ہوا اور ظہور اسلام سے سات صدیوں بعد تک نہایت شد و مد کے ساتھ برابر جاری رہا۔ ان کا دل دس صدیوں میں تلوار نے مذہبی عقائد کی جس قدر اشاعت کی وہ ہرگز اُس کی برابر نہیں ہو سکتی جو اسلام نے ایک صدی سے کم عرصہ میں کر کے دکھلا دیا۔ اور ہاں صرف تلوار ہی پر اکتفا نہیں کی جاتی تھی بلکہ جس طرف تلوار ایک قدم بڑھتی تھی مذہبی دعوت کرنے والے اُس کے پیچھے پیچھے چلتے تھے اور اُس کی حمایت کے بل پر جو چاہتے تھے کہتے تھے۔

مذہب اسلام کے ظہور اور اُس کی ترقی میں خدا کی عجیب و غریب حکمت ہے۔ عجب کے حیل میدانوں میں جو تمام دنیا کی نسبت تمدن اور شائستگی سے دُور تھے، ایک ابدی حیات کا سرچشمہ نکلا اور ہر ملک تمام ملک میں پھیل گیا۔ اتحاد و اتفاق پیدا کر کے مذہبی اور قومی زندگی کی روح اُن میں پھونکی۔ اُس کا سیلاب اس قدر بلند ہوا کہ جو ممالک تہذیب اور تمدن، رفت اور برتری کے لحاظ سے اہل آسمان پر فخر کرتے تھے اُن کو بھی غرق کر دیا۔ اُس کی نرم آواز نے نہایت سخت اور سنگین روجوں کو لڑا دیا اور اُن کی زندگی کے مخفی راز کو ظاہر کر دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُس کی اشاعت فی الجملہ سختی اور درستی سے خالی نہ تھی، میں کہتا ہوں کہ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ ہمیشہ سے حق و باطل میں جدال و قتال کا سلسلہ جاری ہے اور جب تک خدا کی مشیت اس کی نسبت کوئی فیصلہ نافذ نہ کرے برابر جاری رہے گا جب کسی قحط زدہ زمین کے زندہ کرنے اور اُس کی پیاس بجھا کر اُس کو سرسبز و شاداب کرنے کے لئے خداوند تعالیٰ بیع کا سیلاب بھجوتا ہے تو صرف اس بات سے اُس کی قدر و منزلت نہیں گھٹ سکتی کہ اُس کے رستے میں کوئی ٹیکری حائل ہوئی اور وہ اُس کے اوپر سے گزر گیا یا کوئی عالیشان اور مستحکم مکان اُس کی زد میں آگیا اور اُس کو ڈھا دیا۔

جن جن ملکوں میں مسلمان پہنچے وہاں اسلامی نور چمکا اور اسلام کی روشنی پھیلی اس کا ذریعہ صرف یہی تھا کہ انہوں نے قرآن مجید کو مٹا اور اُس کے معانی اور مطالب کو سمجھا۔ مسلمان ایک عرصہ کے بعد اپنے مذہبی طریقے سے منحرف ہو کر آپس کی لڑائی بھگڑوں اور باہمی خانہ جنگیوں میں مشغول ہو گئے اُس لئے

اسلام کی ترقی میں سکون پیدا ہو گیا اور قریب تھا کہ وہ تنزل اور انحطاط کی طرف مائل ہو کر خدا کو اُس کا سرسبز کرنا اور ترقی دینا منظور تھا اتفاقاً تاتاری فوجوں کا سیلاب جس کا سپہ سالار چنگیز خاں تھا اسلامی ممالک کی طرف بہ آیا اور جس بیدردی کے ساتھ انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ کیا اُس کی تفصیل قابل تحریر نہیں۔ یہ لوگ بت پرست تھے اور صرف قتل و غارت و لوٹ مار کے لئے اسلامی ممالک میں آئے تھے مگر کچھ عرصہ کے بعد اُن کی آئندہ نسلوں میں کچھ لوگ مسلمان ہو گئے اور انھوں نے اپنی قوموں میں اسلام کی اشاعت کی اور وہ اُن میں اپنی معمولی سرعت اور تیزی سے نہایت کامیابی کے ساتھ پھیل گیا۔

یورپ والوں نے مشرقی ممالک پر ایک سخت حملہ کیا اور وہ اُن کے تمام ملکوں میں شریک ہو گئے اہل مشرق و مغرب کی یہ لڑائیاں دو سو سال سے زیادہ عرصہ تک جاری رہیں جن کی وجہ سے یورپ اہل میں مذہبی حیثیت اور قومی غیرت پہلے سے زیادہ پیدا ہو گئی۔ جہاں تک ہو سکا انھوں نے فوجیں ترتیب دیں اور سامان جنگ متیا کر کے اپنی پوری قوت کے ساتھ اسلامی ممالک پر حملہ کیا چونکہ اُن میں مذہبی روح کا بقیہ موجود تھا اس لئے اکثر شہر انھوں نے فتح کر لئے لیکن ان لڑائیوں کا انجام اس پر ہوا کہ اہل یورپ کو اپنے مفروضہ شہر چھوڑ کر اپنے ملک کی طرف واپس جانا پڑا۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا جواب دینا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اہل یورپ کیوں آئے تھے، اور کیا فائدہ اٹھا کر اپنے ملک کو واپس گئے۔ مغربی ممالک کے مذہبی رئیسوں اور دینی پیشواؤں نے اپنی قوموں کو بھڑکا کر آمادہ کیا کہ مشرقی ممالک پر حملہ کر کے اُن کو ہمالا کر دیں اور اُن ملکوں اور شہروں کو تیسرے کر کے اپنے قبضہ میں کر لیں جن کو وہ اپنے اعتقاد اور خیال کے موافق اپنا حق سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس مطلب کے لئے یورپ کے بہت سے بادشاہ اور بے شمار امیر و وزیر اور دوولت مند لوگ اور ان سے نیچے رتبہ کے بے شمار اشخاص جن کا اندازہ کئی ملین تک کیا جاتا ہے مشرق پر چڑھ آئے اور یہ لوگ مایوس ہو کر اپنے ملک کو واپس گئے تو ان میں بہت سے اشخاص نے اپنے ذاتی اور تجارتی فوائد کے لحاظ سے اسلامی ممالک میں سکونت اختیار کر لی۔ اور مسلمانوں کے حالات اور خیالات کو دیکھا اُن کو معلوم ہو گیا کہ جن اعتبارات اور تعصبات نے ان کی عقلوں کو حیران اور پریشان کر رکھا ہے وہ بالکل اوہام ہیں جن کی حقیقت اور صلیت کچھ بھی نہیں۔ انھوں نے دیکھا مذہبی آزادی کے ساتھ علوم و فنون و صنعت و حرفت کی ترقی ہو سکتی ہے اور معلوم کیا کہ وسعت علم اور آزادی رٹے ایمان کی دشمن نہیں بلکہ اُس کے وسائل اور اُس کے معاون ہیں۔ غرض کہ یورپ کے لوگ مسلمانوں کے ساتھ میل جول کر کے اور اس قسم کے آداب اور خیالات کا ایک قیمتی ذخیرہ جمع کر کے

اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی جنہوں نے ممالک آندلس میں سفر کیا اور وہاں کے علماء و حکماء اور ارباب سے مل کر علمی اور اخلاقی فیض حاصل کیا، اپنے وطن کی طرف لوٹے تاکہ جو کچھ انہوں نے حاصل کیا ہے اس کا ذائقہ اپنی قوم اور ملک والوں کو چکھائیں۔ اس زمانے سے یورپ کے عام خیالات میں تدریج ترقی شروع ہوئی اور رفتہ رفتہ علم کی طرف عام رغبت زیادہ ہوتی گئی۔ اولوالعزم اشخاص کی ہمیں تقلید کی زنجیروں کے توڑ ڈالنے پر مستعد ہو گئیں۔ اور ارادہ کر لیا کہ مذہبی پیشواؤں کی بیجا حکومت کو جنہوں نے اپنے حقوق کو اعتدال سے بہت آگے بڑھا لیا ہے اور مذہب میں تحریف کر کے اُس کو بدل دیا ہے روک دیا جائے۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ میں ایک فرقہ اٹھا جس نے مذہبی اصلاح کا دعویٰ کیا اور مذہب کو اپنی قدیم سادہ حالت کی طرف لانا چاہا۔ اس فرقہ نے تغیر و تبدل کر کے اُس کو ایسا مذہب بنا دیا جو اسلام کے قریب قریب تھا بلکہ بعض فرقوں نے تو مذہبی عقائد میں یہاں تک اصلاح کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے سوا باقی عقائد اسلام کے ساتھ بالکل متفق ہو گئے۔ غرض کہ اس وقت جو اُن کا مذہب ہے وہ صرف نام کے اعتبار سے مختلف ہے باقی طرز عبادت کے اختلاف کے سوا اور کوئی اختلاف نہیں۔ اس کے بعد یورپ والے اپنے اوہام کے قیود سے آزاد ہونے اور اپنے حالات کو درست کرنے لگے۔ حتیٰ کہ اُن کے تمام دنیوی کاروبار اسلامی ہدایات کے موافق ٹھیک ہو گئے۔ اور موجودہ تمدن کے اصول مقرر ہوئے جو متاخر نسلوں کے لئے ماہہ الافخار ہیں اور مایہ ناز ہیں۔ مگر اُن کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ تمہیں کس کی رہنمائی سے حاصل ہوئی ہیں۔ یہ ایک قطرہ ہے جو اسلام کے بارانِ رحمت سے ایک قابل زمین پر پڑا اور اُس کو سرسبز و شاداب کر دیا۔ یہ لوگ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے آئے تھے اور بس لئے اپنے ملک کو واپس گئے تاکہ اپنی قوم اور ملک کو فائدہ پہنچائیں۔ مذہبی پیشواؤں نے خیال کیا تھا کہ ان لوگوں کے ابھارنے اور بچھڑکانے میں ہماری حکومت کو استحکام ہوگا مگر اُس میں اور ضعف پیدا ہو گیا۔ اسلام کی نسبت جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اُس کو وہ تمام اشخاص جانتے ہیں جنہوں نے اُس کے حالات میں غور کیا ہے حتیٰ کہ یورپ کے اکثر نصف مزاج فاضلوں نے اقرار کیا ہے کہ وہ اسلام اُن کا سب سے بڑا اشتہار ہے اور اس وقت یورپ کو جو کچھ ترقی اور شائستگی حاصل ہے وہ سب اسلام کی بدولت ہے۔“



زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ اُس کے کرم اور محترم بندے ہیں اور جو کچھ اُن کے ہاتھوں پر جاری ہوتا ہے وہ خدا کی خاص اجازت اور خاص حکمت سے ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں وارد ہوا ہے کہ

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ  
اُمَمَاتِكُمْ لَّا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا  
وَجَعَلَ لِكُمْ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ  
وَاَفْئِدَةً لَّعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

”اللہ ہی نے تم کو متاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا اُس وقت تم کچھ نہ جانتے تھے اور تم کو کان دیئے اور آنکھیں دیں اور دل بیٹھے تاکہ تم اُس کا شکر کرو“

جو کچھ نزدیک شکر کے جو مشہور معنی ہیں وہ یہ ہیں کہ نعمت کو صرف اسی کام میں لگانا جس کے لئے وہ نعمت عطا ہوئی ہے۔ اس قسم کی آیات سے اس امر کی طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ ہم کو خدا نے جو اس عطا کئے ہیں اور ہم میں بہت سی قوتیں ودیعت رکھی ہیں جن کو ہم انھیں کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں جن کے لئے وہ عطا کی گئی ہیں پس ہر شخص خود اپنا کام کرنے والا ہے اور اُس کی بھلائی اور بُرائی کا ذمہ دار اور نفع یا نقصان اٹھانے والا ہے۔

مگر ایک زبردست قوت ہم پاتے ہیں جو ہمارے جو اس اور قوی پر حکمرانی کرتی ہے اور جو اُن کو امداد پہنچاتی ہے۔ اُس قوت کی تہ کو پہنچنا ہماری عقل کا کام نہیں ہے۔ ہمارے جو اس اُس کی حقیقت کے سمجھنے سے بیزار ہیں اور چونکہ وہ اُن تمام قوتوں سے بالاتر ہے جو اب تک ہم کو معلوم ہیں اُس لئے اُس کے پہچاننے سے ہم عاجز ہیں۔ پس اسی قوت کے سامنے گردن جھکا نا اور اسی کی طرف توجہ کرنا چاہیے، اس لئے کہ اُن تمام قوتوں کا مرجع خدا ہے وحدہ لا شریک کے سوا کوئی نہیں۔ پس سوائے اُس کے اور کسی کی اطاعت نہ ہم پر لازم ہے اور نہ ہم کسی اور طرف رجوع کرنے سے تسلی پاسکتے ہیں۔ امید و بیم کے کاموں میں جن پر آئندہ زندگی کا مدار ہے ہمارے توفی اور جو اس کی ہی حالت ہونا چاہیے۔ اُن کو ہرگز اجازت نہیں ہے کہ نیک اعمال و افعال کے مقبول ہونے، یا بد کرداریوں کے معاف ہونے کی توقع کسی اور سے رکھیں اور حقیقت میں صرف وہی ایک خدا ہے جو جزا و سزا کے دن آزادی کے ساتھ حکومت کرے گا۔

غرضکہ مذہب اسلام نے تمام اخلاق اور فضائل کو زندہ کیا اور نظام عالم کے ہر قسم کے قواعد کو مرتب اور متعین کیا۔ انسان کی رسل اور عقل کو آزادی بخشی، اُس کی ہمت کو ہر قسم کے کاموں اور کوششوں میں اہل العزمی عطا کی۔ جو لوگ قرآن مجید کو غور اور فکر کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں اور سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہیں

اُن کو معلوم ہو کر وہ اس قسم کے جواہرات کا ایک خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ اب سولے اُس کی ہر پرتی کے دینی اور دنیوی سعادت حاصل کرنے کے لئے کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بتوت اور رسالتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتوت اور رسالت پر ختم ہو گئیں جیسا کہ قرآن شریف اور سنہ صحیحہ میں صرحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ختم بتوت کی ظاہری علامت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بتوت کے بت سے مدعی کھڑے ہوئے مگر کسی کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی اور دنیا کو اس امر سے اطمینان ہو گیا کہ اب بتوت یا رسالت کے کسی مدعی کی دعوت قبول نہیں ہو سکتی۔ ہلکذا ایصدق بباء الغیب مما کان محمد ابا احد من دجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شیء علیما۔

مذہب اسلام نے اس سے ہر ایک قسم کی بت پرستی کی سختی کر دی اور ان باطل عقیدوں اور غلط خیالات جس قدر فاسد توہمات انسانی عقول پر چھائے ہوئے تھے اُن کو دُور کیا اور انسانی ذہنوں کو اُن بد اخلاقیوں اور بد اعمالیوں سے بالکل پاک و صاف کر دیا جو ان باطل توہمات کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھیں۔ انسان کی قدر و قیمت، عزت اور عظمت کو ترقی دی۔ کیونکہ اب وہ اپنے خالق کے سوا درختوں اور پتھروں کے آگے اپنا سر نہیں جھکا تا۔ اور ہر شخص پر فرض کر دیا کہ اس بات کا اقرار کرے کہ

اننی وجہت و جہی للذی ظفر  
السفوت و الارض حینفا و ما  
انامن المشرکین۔ ان صلاقی  
ونسلی و حیای و عافی للہ رب  
العلین لا شریک لہ و بذلک  
امرہ و انا اول المسلمین

میں نے تو اپنا رخ ایک ہی ذات پاک کی طرف کر لیا ہے  
جس نے آسمان و زمین کو بنایا اور میں مشرکوں میں سے  
نہیں ہوں۔ میری نماز اور عبادت اور میرا فرمانا و جینا خدا  
کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ کوئی اُس کا  
شریک نہیں اور مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں اُس کے فرمان  
برداروں میں سے سب سے پہلا ہوں۔

اس سے انسان کا نفس آزاد اور اُن تمام قیود سے مطلق العنان ہو گیا جن کا وہ اعتقاد رکھتا تھا اور درختوں، پتھروں، قبروں اور ستاروں اور شفاعت کرنے والوں اور کافروں کی قید سے چھوٹ گیا جن کو وہ اپنے اوردھ کے درمیان واسطہ اور نجات کا ذریعہ خیال کرتا تھا۔ غرض کہ روح کو مکاروں اور وقباوں کی بندگی سے چھڑا کر تمام آدمیوں کو یکساں طور پر خدا کا خالص بندہ بنا دیا۔ اس بندگی میں

چھوٹے بڑے امیر غریب، ادنیٰ اعلیٰ، سب برابر ہیں۔ ہاں اگر کسی کو کچھ فضیلت ہو تو محض علم اور عقل کی وجہ سے ہے۔ عقل اور عمل کے سوا جو توہم اور ریاسے پاک و صاف ہوں فضیلت اور خدا کے تقرب کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اسلام نے حکم دیا کہ ہر شخص جو کام کر سکتا ہو وہ کرے مگر وہ اُس کے نفع نقصان کا ذمہ دار ہے جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے کہ

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ  
وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ  
لیس للذین انما ساء

» جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اُس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اُس کو دیکھ لے گا اور یہ کہ انسان کو اتنا ہی ملے گا جتنی اُس نے کوشش کی۔

اور ہر شخص کو اجازت دی کہ وہ پاکیزہ اور ستھری چیزوں میں سے جو چاہے کھائے اور پئے اور صرف وہی چیزیں حرام کیں جو اُس کی ذات کے لئے مضر تھیں، یا اُن کا ضرر متعدی تھا۔ اور اس کے لئے حد و مقرر کیں جو تمام انسانی نسلوں پر پوری طرح منطبق ہیں۔ غرض کہ ہر شخص کو اپنے کام میں مستقل اور مختار کر دیا جس سے اولو العزم ہمتوں کے لئے کوشش کرنے کا میدان وسیع ہو گیا۔

آبادی تقلید کے لشکر جو انسانی نفوس پر غالب ہو رہے تھے، اسلام نے اُن پر ایک سخت حملہ کر کے اُن کو شکست دی اور تقلید کے اصول جو خیالات میں رائج ہو گئے تھے اُن کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دیا۔ اُس نے عقل کو لاکھارا اور خواب غفلت سے جگایا اور بلند آواز سے پکارا کہ انسان اس لئے نہیں پیدا کیا گیا کہ وہ اونٹ کی طرح نماز پکڑ کر کھینچا جائے، بلکہ اُس کی فطرت میں اس بات کی قابلیت اور استعداد عطا کی گئی ہے کہ وہ علم کے ذریعے سے ہدایت حاصل کرے اور واقعات اور حادثات کے اسباب اور دلائل کا سراغ لگائے (معلم صرف رہنمائی کرنے والے اور بحث و جستجو کا طریقہ بتانے والے ہیں، اُس نے اہل حق کی تعریف اس طرح کی » الَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْقَوْلَ الَّذِي هُوَ حَقٌّ لِّهِمْ كَتُمُوا صِدْقَ اللَّهِ وَأَنَّهُمْ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ « یعنی » وہ لوگ جو باتوں کو سوتے ہیں اور اُن میں سے اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ « اس آیت میں اہل حق کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ کہنے والوں کو نہیں دیکھتے بلکہ اُن کے اقوال کو دیکھتے ہیں۔ اچھی باتوں کو لے لیتے ہیں غلط اور بیکار باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

آبائی خیالات اور آبائی عقائد جو اولاد میں منتقل ہوتے ہیں اسلام نے اُن کی تردید کی اور جو لوگ پرانی کلیجہ فقیر اور پلے آبا و اجداد کی رسوم کے پابند ہیں، اُن کی سفاہت اور حماقت کو تصریح کے ساتھ

بیان کیا اور ظاہر کیا ہے کہ پہلے زمانہ میں ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ علم و عقل میں زیادہ تھے یا پہلے زمانہ والوں کے ذہن اور عقولیں موجودہ زمانہ والوں کے ذہنوں اور عقولوں سے زیادہ تھیں، بلکہ تمیز اور فطرت کے لحاظ سے پچھلے اور اگلے سب برابر ہیں، بلکہ اکثر پچھلے لوگ گذشتہ زمانہ کے حادثات اور واقعات واقف ہو کر زیادہ تجربہ کار اور باخبر ہو جاتے ہیں۔ گذشتہ زمانہ کے لوگوں کو ان کی نافرمانیوں اور بد اعمالیوں سے جو ناگوار نتائج حاصل ہوتے ہیں ان سے بھی موجودہ زمانہ کے لوگ فائدہ اٹھاتے اور عبرت پکڑتے ہیں۔ "قل سیروا فی الارض فانظروا کیف كان عاقبة الملک الذین" یعنی اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ کہ ملک میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ پیغمبروں کے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ اسلام نے آبا و اجداد کی پیروی اور تقلید کرنے پر ارباب مذاہب کی مذمت کی جن کا قول یہ تھا "ادنا وجدنا آباءنا خا علی امة وانا علی اثارہم مہتدون۔" بل نتیجہ ما وجدنا علیہ آباءنا، یعنی ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور انہیں کے قدم بقدم ہم بھی ٹھیک رستے پر چلے جا رہے ہیں۔ اس سے شگفتہ عقل کو ہر قسم کی قید اور تقلید سے آزاد کر دیا اور اس کو پھر اپنی سلطنت کا مالک و مختار بنا دیا کہ وہ اپنی حکمت کے موافق جس طرح چاہے حکم کرے۔

ان تمام اسلامی ہدایات سے جو اوپر مذکور ہوئیں، انسان کو دو بڑی اعلیٰ درجہ کی مفید باتیں حاصل ہوئیں جو اسلام سے پیشہ تہرام خیال کی جاتی تھیں۔ ایک راہ کا استقلال اور دوسرے رستے کی آزادی اور انہیں سے انسانیت کی تکمیل ہوئی اور انسان کو اپنے تمام فطری کمالات حاصل کرنے کی قابلیت ہوئی۔ یورپ کے بعض علماء، متاخرین کا قول ہے کہ یورپ میں تمدن اور شائستگی کی بنیاد انہیں دو اصول پر قائم ہوئی ہے۔ انسانی نفوس کام کرنے اور انسانی عقول غور و فکر کرنے پر اس وقت مستعد ہوئیں جبکہ اکثر اشخاص کو اپنی قدر و قیمت معلوم ہو گئی اور یہ سمجھ گئے کہ حقایق اور معارف کی تلاش اور جستجو میں اپنی عقل سے کام لینے کا ان کا اختیار حاصل ہے اور یہ مفید خیال ان کو سو گھنوں صدی عیسوی میں پیدا ہوا۔ حکیم مذکور نے اس بات کا بھی اقرار کیا ہے کہ یورپ کو اس وقت یہ روشنی محض اسلامی علوم کے غور سے حاصل ہوئی تھی۔

نہی پیشواؤں نے عالمین داروں کو آسمانی کتابوں کے سمجھانے اور ان کے معانی و مطالب پر غور کرنے کی ممانعت کر دی تھی، مذہب اسلام نے اس کو باطل کیا۔ انھوں نے عام لوگوں کو آسمانی کتابوں کی تلاوت کی اجازت دی تھی مگر اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگی ہوئی تھی کہ صرف الفاظ کو پڑھیں اور مطالب پر

خو رہ کر۔ ان کے مقاصد اور مطالب پر غور کرنے کا منصب خاص انہوں نے اپنے ہی لئے رکھا تھا مگر اس کے بعد جو دینی سمجھ بوجھ سے محروم ہو گئے۔ انہوں نے صاف طور سے اقرار کیا کہ ہماری عقلیں شریعت اور علوم انبیاء کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ صرف عبادت کے طور پر الفاظ کی تلاوت کا کافی ہے۔ غرض کہ آسمانی کتابوں کے منازل ہونے اور انبیاء کے مبعوث ہونے میں جو حکمت تھی اس کو انہوں نے غارت کر دیا۔ قرآن مجید مذہبی پیشواؤں کے اس کام کی مذمت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ

وَمَنْهُمْ أُمِّيُونَ لَا يِعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا  
 أَمَا نِي وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ - مثل الَّذِينَ  
 حَمَلُوا الذُّرَّ وَأَنَّهُمْ لَكَرِيمٌ لَّهُمْ كَمَثَلِ الْغُلَامِ  
 يَجْعَلُ اسْفَارًا - بَشَرٌ مِثْلِ الْقَوْمِ الَّذِينَ  
 كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي  
 الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

بعض ان میں ان پڑھ ہیں جو منہ سے لفظوں کے بڑبڑا لینے کے سوا کتاب الہی کے مطلب کو کچھ سمجھ ہی نہیں سکتے اور وہ صرف خیالی نکتے چلایا کرتے ہیں جن لوگوں کے سر پر توریت لادی گئی پھر اس پر کاربند نہ ہوئے ان کی مثال گدے کی مثال ہے جن کی کتابیں لدی ہیں جو لوگ خدا کی آیتوں کو جھٹلایا کرتے ہیں ان کی بھی کیا ہی جبری کمات ہے۔ اور اللہ بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا

مذہب اسلام نے فرض کیا ہے کہ ہر ایک دین دار آسمانی کتابوں اور شرعی مسائل کے سمجھنے میں حصہ لے اور اس خاص امر میں سب دین دار اور پیرو برابر ہیں۔ معمولی ذرائع فہم کے سوا جو اکثر لوگوں کو سہولت کے ساتھ حاصل ہو سکتے ہیں کوئی شرط نہیں لگائی اور نہ کسی طبقہ کو اس کام کے لئے مخصوص کیا۔

اسلام کی روشنی ایسے وقت میں ظاہر ہوئی جبکہ لوگوں نے مختلف مذہبی فرقے قائم کر رکھے تھے جو باہم لڑتے جھگڑتے اور ایک دوسرے کو لعنت کرتے تھے اور اس کو اعلیٰ درجہ کی خدا پرستی اور دین داری خیال کرتے تھے۔ اسلام نے اس کا انکار کیا اور صاف طور پر بیان کیا کہ سچا مذہب ہر زمانہ میں اور تمام نبیوں کی زبان پر ایک رہا ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ

إِنَّ اللَّهَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَخْلِفُ  
 الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مَنْ بَعْدَ مَا جَاءَهُمْ  
 الْعِلْمُ نِعْمًا بِنِعْمَةِ مَا كَانَ آيَاتِهِمْ يَتَّبِعُونَ  
 وَلَا تَفْخَرُوا بِسَاءِ مَا كَانُوا حَنِيفًا مِمَّا لَمْ يَكُنْ  
 كَانُوا مِنَ اللَّهِ لَكِنَّ شَيْءَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا  
 وَصَّوْهُ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا

دین حق تو خدا کے نزدیک یہی اسلام ہے اور اہل کتاب دینی یہود و نصاریٰ نے جو دین حق سے مخالفت کی تو حق بات معلوم ہونے کے بعد کی اور آپس کی ضد سے کی۔ اور جو شخص خدا کی آیتوں سے منکر ہو تو اللہ کو اس سے حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ ابراہیم نہ یہود تھے اور نہ نصرائی بلکہ سب انہوں نے بروا بندہ تھے اور مشرکوں سے بھی تھے۔ لے لوگو! اس نے تمہارے لئے دین کا وہی رستہ ٹھہرایا



حکمت کے خلاف تھا کہ ان سے باریک باتوں سے یا جن کے لئے دلیل کی ضرورت ہے خطاب کیا جاتا بلکہ یہ خدا کی بڑی رحمت تھی کہ ان اقوام کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا گیا جیسا کہ باپ اپنے کم سن اور ناسمجھ بیٹے کے ساتھ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اُس کے سامنے ایسی ہی چیزیں لاتا اور بیان کرتا ہے جن کا آنکھوں سے دیکھنا یا کانوں سے سننا ممکن ہو۔ غرض کہ اس اصول کے موافق اُن پر ایسی عبادت فرض کیں جو اُن کے حالات کے مناسب اور اُن کی استطاعت کے موافق تھیں۔ اور اُن پر ایسی آیات و بیانات نازل فرمائیں جو اُن کی آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی اور ان کے خیالات اور جذبات پر اثر کرتی تھیں۔

اس کے بعد قوموں نے سائسا سال کی مدت ہائے دراز میں ترقی و تنزل و عروج و زوال پستی و بلندی، اور اختلاف و اتفاق کی بیشمار منزلیں طے کیں اور مختلف حادثات اور گردش کے حالات اور متواتر تجربوں سے اُن کو ایک ایسا شعور حاصل ہو گیا جو جس سے زیادہ باریک اور نازک اور وجدان سے زیادہ تعلق رکھنے والا تھا۔ مگر تاہم یہ شعور بلحاظ اپنی مجموعی حالت کے عورتوں کے تیغیلات اور نوجوان لڑکوں کے جذبات سے کچھ زیادہ اونچا اور قابلِ وقعت نہ تھا۔ پس اس وقت دنیا پر ایسا دین نازل کیا گیا جس نے مہربانیوں اور شفقتوں کو پکارا اور خواہشات اور جذبات کو روکا اور اُن کے دلوں کے خطرات سے ہم کلام ہوا۔ اُس نے لوگوں کے واسطے اتنا اور پرہیزگاری کے ایسے قوانین بنائے جو دنیا سے بالکل نفرت دلانے والے اور عالم ملکوت کی طرف مائل کرنے والے تھے۔ اُس نے ہدایت کی کہ کوئی حقدا را اپنے حق کا مطالبہ نہ کرے، اگرچہ حاجی ہو۔ اُس نے مالداروں اور ولتمندوں پر آسمان کے دروازے بند کر دیے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے اخلاقی مسائل کی تعلیم دی جو مشہور معروف ہی۔ طاعات اور عبادات کے اُن کو ایسے طریقے بتلائے جو اُن کے موجودہ طریقوں سے ملتے جلتے تھے۔ اس مذہب کی دعوت نے لوگوں کے دلوں پر اپنا اثر کر کے قوموں کے امراض کا علاج کیا اور ان کے اخلاق کی اصلاح کی مگر اس پر چند صدیاں بھی نہ گذری تھیں کہ انسانی ہمتیں ان سخت قوانین کی برداشت کرنے اور ان پر عمل درآمد کرنے سے عاجز ہو گئیں اور رفتہ رفتہ یہ بات ذہن نشین ہو گئی کہ اس مذہب کی وصیتوں کی پیروی اور اُس کے احکام کی تعمیل کرنا سراسر محال اور بالکل ناممکن ہے۔ آخر کار اُس کے پیروں شان و شوکت حاصل کرنے اور مال و دولت جمع کرنے پر جھک پڑے اور اُن کی بڑی جماعت تاویل کا جیلہ

کر کے مذہب کی معمولی شاہراہ سے بہت دور جا پڑی۔ اور بہت سے لغویات اور خرافات کو مذہبی لباس پہنا کر مذہب میں داخل کر لیا۔ طہارت اور پاکیزگی کو زاموش کر ڈالنا یہ حالت تھی اُن کی اخلاق اور اعمال کے لحاظ سے۔ اور عقائد کے اعتبار سے بھی اُن کے مختلف گروہ اور فرقہ قائم ہو گئے۔ طرح طرح کی بدعتیں ایجاد کئے اس کے مسلمہ اصول اور ضروری ارکان کو بدل ڈالا اور سب سے بڑا رکن اس بات کو قرار دیا کہ مذہبی اصول اور مذہبی عقائد میں غور و فکر کرنا اور اُن کے اسرار اور باریکیوں کو سمجھنا عقل کی طاقت سے بالاتر ہے۔ بلکہ مصنوعی اور مخلوقات کے رموز میں جو صن کرنا بھی عقل کا کام نہیں۔ انہوں نے صراحت کے ساتھ بیان کر دیا کہ علم اور مذہب میں ایسی سخت دشمنی اور عداوت ہے کہ کس طرح باہم اتحاد اور اتفاق نہیں ہو سکتا۔ ان خیالات کے ماننے والوں نے صرف اسی بات پر اکتفا نہیں کیا کہ وہ خود اُن کو تسلیم کریں بلکہ انہوں نے عام لوگوں کو اُن عقائد کے تسلیم کرنے پر مجبور کیا اور اپنی ہر قسم کی توثیق اس کام میں صرف کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہبی گروہوں میں ایسے جھگڑے اور فساد برپا ہو گئے جو نوع انسان کے لئے نہایت محسوس اور برباد کرنے والے تھے۔ مخالفت اور عداوت کی آگ بھڑک اُٹھی، محبت اور الفت کے تعلقات بالکل قطع ہو گئے۔ غرض کہ مذہبی گروہوں کے باہم لڑنے جھگڑنے اور ایک دوسرے کے الزام دینے میں یہی حالت تھی کہ اسلام کی روشنی نے دنیا میں طلوع کیا۔

اس وقت اجتماع انسانی یا تمدن کی عمر کسی قدر زیادہ ہو چکی تھی اور اُس کے جوڑ بند زیادہ مضبوط اور مستحکم ہو گئے تھے اور گذشتہ حادثات اور واقعات کے تجربوں نے انسان کو رہنمائی کر کے صراطِ مستقیم کیلئے آمادہ اور تیار کر دیا تھا۔ پس مذہب اسلام نے اگر عقل و فہم کو خطاب کیا اور انسان کیلئے دینی اور دنیوی بہتری اور بہبودی حاصل کرنے میں اُن کو احساس اور خیالات کا شریک بنایا۔ جن مسائل میں باہمی مخالفت اور نفرت ہو رہی تھی اُن کو سلجھایا اور صحت کے ساتھ بیان کیا۔ اول اس بات پر بہت سے دلائل اور براہین قائم کئے کہ مذہب حق تمام نسلوں اور تمام صدیوں میں ایک ہی رہا ہے اور خدا کی مشیت لوگوں کے حالات کے درست کرنے اور ان کے دلوں کے پاک و صاف کرنے میں ہمیشہ یکساں رہی ہے۔ اس صاف طور پر بتا دیا کہ احسانِ جسمانی پر ظاہری عبادات کی تکالیف صرف اس لئے فرض کی گئی ہیں کہ تو اسے روحانی میں خدا کی یاد اور اُس کے ذکر و فکر کی ہمیشہ اور ہر وقت تجدید ہوتی رہے۔ اور یہ کہ خدا نے تعالیٰ تمہاری صورتوں اور نیکوں کی طرف نہیں دیکھا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔ اس لئے ہر ایک مکلف پر جسمانی اور روحانی

نظافت اور ظاہری و باطنی پاکیزگی کو واجب کیا اور اخلاص کو عبادت کی روح قرار دیا چونکہ اُس نے نیک اخلاق و عادات اور اعلیٰ درجہ کی صفات کے ساتھ متصف ہونا واجب اور لازم کیا ہے اس لئے اُن کے مناسب ظاہری اعمال و عبادات فرض کئے ہیں جو عمدہ اخلاق اور پاکیزہ صفات حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ

ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمکر ان الانسان خلق هلو اذ امسه الشر جوعا واذ امسه الخير منوعا الا المصلين الذین هم علی صلواتهم اعمون

و کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیالی کے کاموں اور ناشائستہ حرکتوں سے روکتی ہے۔ بیشک آدمی بڑی تھرولا پیدا کیا گیا ہے جب اسکو کسی طرح کا نقصان پہنچتا ہے تو گھبرا اٹتا ہے اور جب کسی طرح کا فائدہ پہنچتا ہے تو بخل کرنے لگتا ہے مگر ان لوگوں کا ایسا حال نہیں ہے جو نماز گزار ہیں اور اپنی نماز کو ناناہ نہیں ہونے دیتے۔

اسلام نے شکر گزار دو نعمتوں کو درجاتِ آخری کے لحاظ سے صبر کرنے والے تقیروں کی برابر قرار دیا بلکہ اکثر اوقات ان پر ترجیح دی ہے اور اپنے وعظوں اور نصیحتوں میں انسان کے ساتھ اس طرح معاملہ کیا ہے جس طرح کوئی ہدایت کرنے والا سمجھدار اور عقلمند آدمی کے ساتھ کرتا ہے۔ اُس کو تمام ظاہری اور باطنی قوتوں کے استعمال کرنے کی تاکید کی ہے اور صاف طور پر بیان کیا ہے (جس میں تاویل کی گنجائش نہیں) کہ یہی خدا کی نعمتوں کی شکر گزاری اور اسی میں اُس کی رضا مندی ہے۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ دنیا کی بہبودی اور برتری میں کوشش کرنے کے بغیر آئندہ زندگی کی بھلائی کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی۔

اسلام نے اہل عبادت کی طرف التفات کر کے اُن سے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل بیان کر دو۔ نزاع اُدھ جھگڑا کرنے والے جنھوں نے زمین کے اصول کو سست اور کمزور کر دیا تھا، اُن کو ملامت کی اور صراحت کے ساتھ بیان کیا کہ متفرق ہونا اور مختلف فرقے قائم کرنا بالکل بغاوت اور سرسرا بے دینی اور الحاد کی مذہب اسلام نے اتحاد و اتفاق قائم کرنے کے لئے صرف وعظ و نصیحت ہی پر اکتفا نہیں کی، بلکہ شریعت میں عملی طور پر اُس کو مقرر کیا۔ اُس نے ہر ایک مسلمان کو اجازت دی کہ وہ اہل کتاب کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے، اُن کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو سکتا ہے۔ اُس نے حکم دیا کہ اگر تم اہل کتاب سے مناظرہ یا محبت کر دو تو نہایت تمیز اور شائستگی سے کرو۔ مذہب اسلام مسلمانوں کو تاکید کرتا ہے کہ اُن غیر مذہب لوگوں کی جو اُن کی پناہ میں داخل ہوں ایسی ہی حمایت اور حفاظت کریں جیسے کہ وہ اپنی کر سکتے ہیں۔

اُن کے حقوق اور ذرائع بالکل مسلمانوں کے مساوی ہیں اور اُن تمام رعایتوں کے بدلے میں اُن پر صرف ایک خفیف سی رقم عاید کی جس کو وہ اپنے مال میں سے ادا کرتے رہیں۔ اس کے بعد کسی مسلمان کو حق نہیں کہ وہ کسی ذمی کو مسلمان ہونے کے لئے مجبور کرے۔ قرآن مجید میں مسلمانوں کو اس طرح تسلی دی گئی ہے کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسِكُمْ  
لَا يَضُرُّكُمْ مِنْ ضَلَّ إِذَا هَدَيْتُمْ  
ہو کرے اُس کا گمراہ ہونا تم کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

پس مسلمانوں کو صرف اس قدر اجازت ہے کہ نہایت تہذیب اور شائستگی کے ساتھ اُن کو بھلائی کی طرف دعوت کریں، مگر اس بات کا اُن کو بالکل حق نہیں کہ وہ اسلام کی طرف دعوت کرنے میں کسی قسم کی قوت کا استعمال کریں، کیونکہ خود اسلام کے نو میں قابلیت ہے کہ وہ عقلیت کے پردوں کو پھاڑ کر دلوں میں سرایت کر جائے۔

مذہب اسلام نے اُس قومی اور ملکی اور خاندانی امتیاز کو باطل کیا جو انسانی نسلوں میں پیدا ہو گیا تھا۔ اُس نے قرار دیا کہ تمام انسان خواہ وہ کسی ملک کے رہنے والے، کسی قوم یا خاندان کے ہوں مساوی طور پر خدائے وحدہ لا شریک کے بندے اور اُس کی مخلوق ہیں۔ تمام اشخاص بلا خصوصیت ایک ہی نوع انسانی کے افراد ہیں۔ جنس و نسل اور خاصہ کے لحاظ سے اُن میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ ہر ایک فرد میں یہ استعداد اور قابلیت و ولایت کی گئی ہے کہ وہ اُن کمالات کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے جو نوع انسان کے لئے مخصوص ہیں۔ یہ اُن باطل اہام کی تردید ہے جو بعض مدعی اپنی ذات یا اپنی قوم میں ایسی فضیلتیں اور خصوصیتیں خیال کرتے تھے جن سے دوسرے اشخاص یا دوسری قومیں محروم ہیں۔ اُن کے اس چھوٹے خیال نے بڑی بڑی قوموں کی عقلی اور دماغی قوتوں کو فنا کر کے اُن کو پستی اور تنزل کے انتہائی درجہ پر پہنچا دیا تھا۔

مذہب اسلام کی عبادتیں جیسی کہ قرآن مجید اور صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں ایسے اعمال اور اقوال ہیں جو خدا کی عزت اور جلال اور اس کی عظمت اور بزرگی کے لئے شایاں اور اُس کی تزیین اور تقدیس کے لئے سزاوار ہیں۔ پس رکوع و سجد، حرکت اور سکون، دعا اور تضرع، تسبیح اور تکبیر، جو نماز کے ارکان ہیں خدا کی عظمت اور جبروت کے تصور سے جو تمام انسانی قوتوں سے بالاتر ہے اور اُن پر محیط ہے، صادر ہوتے ہیں اور ان میں اُس ذات پاک کے سامنے خشوع اور خضوع، انکسار اور فروتنی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ ان ارکان میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو عقل سے خارج ہو۔ حتیٰ کہ رکعتوں کی تعداد مقرر کرنا اور انگلیوں

پیشکش می ایسی باتیں ہیں جن میں خدا کی حکمت کا تسلیم کرنا کچھ دشوار نہیں۔ اور ان کا بظاہر عبث اور بیجا ہونا ان اصول میں رخصتہ انداز نہیں ہو سکتا جو خدا نے عقل کے واسطے غور و فکر کرنے کے لئے قرار دئے ہیں۔ روزہ ایک عبادت ہے جس سے دلوں میں خدا کے حکم کی عظمت زیادہ ہوتی ہے اور اس کے احسانات اور اس کی نعمتوں کی قدر معلوم ہوتی ہے جس سے دلوں میں اس کی فرماں برداری اور شکر گزاری کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ

يا ايها الذين امنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون

”اے مسلمانوں! جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزہ رکھنا فرض تھا اسی طرح تم پر بھی فرض کیا گیا تاکہ تم بہت سے گناہوں سے بچو۔“

حج کے ارکان سے یہ غرض ہے کہ جو چیز انسان کی ضروریات میں سب سے زیادہ مقدمہ اس کی یاد دہانی جاوے۔ اور کم از کم تمام عمر میں ایک دفعہ افزاد انسانی کی مساوات کو انکسوں سے دکھلایا جائے جہاں فقیہ اور علی امتیاز اور عارضی خصوصیتیں بالکل الگ تملک رہیں اور تمام مسلمان امیر غریب، ادنیٰ علیٰ اپنی مصنوعی آرائش سے مجرد ہو کر ایک حالت، ایک ہیئت، اور ایک لباس میں ظاہریوں اور ایک ساتھ طوالت اور سعی وغیرہ کا حج ادا کریں۔ حج اسود کو بوسہ دیں۔ حج اسود حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی یاد گاری جو ہمارے مذہب کے باپ تھے اور جنہوں نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔ مگر ہر وقت اس امر کا بھی دھیان کریں کہ ان قدیم یادگاروں اور پرانے تبرکات میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کسی کو نفع نقصان پہنچانے والی ہو۔ اور ہر ایک رکن کے ادا کرنے کی حالت میں اپنے اس پاکیزہ اور موحدانہ خیال کا اظہار ان لفظوں میں کرتے رہیں۔ ”اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر“ دوسری قوموں کی عبادتوں میں یہ باتیں کہاں ہیں بلکہ ان کے اکثر طریقے عقل سے خارج اور فہم سے بالاتر ہیں۔

حوادث عالم سے جو اہم نام انسانی عقول پر طاری ہو رہے تھے اسلام نے ان کو رنغ کیا اور قرار دیا کہ دنیا میں جو حادثات اور واقعات ظاہر ہوتے ہیں وہ ان قوانین قدرت کے موافق ہوتے ہیں جو اس کے علم ازلی میں مقرر ہو چکے ہیں اور جن میں کسی طرح کا تغیر تبدیل نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ بھی مناسب نہیں کہ انسان خدا سے غافل ہو جائے اور اس کو بھول جائے۔ بلکہ جب کوئی حادثہ یا واقعہ دیکھے تو خدا کو یاد کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ان الشمس والقمر آيات من آيات الله لا يخفان

”چاند اور سورج دونوں خدا کی نشانیوں میں سے ہیں کسی کے مرنے

لموت احد ولا حلیاتہ فاذا  
اور جینے سے ان میں کوفت و خوف واقع نہیں ہوتا پس اگر تم ایسا دیکھو  
دلیم ذلک فاذا ذکرہ واللہ  
تو خدا کو یاد کرو۔“

اس حدیث میں صاف طور پر اس بات کی تصحیح کی گئی ہے کہ جو حادثہ عالم کسی کے مرتبے یا عہد یا اور خارجی سہا  
سے واقع نہیں ہوتے بلکہ وہ قانون قدرت اور خدا کی مرضی کے موافق واقع ہوتے ہیں۔ اس کے  
بعد اسلام نے انسان کی ان دونوں حالتوں کو بیان کیا ہے جو خوشحالی اور فارغ البالی یا مصیبت اور  
بھگلیکت میں ہوتی ہیں۔ اور ان دونوں حالتوں کو اس طرح جدا کر دیا ہے کہ ان میں غلط لطف ہونے کی  
گنجائش نہیں رہی۔ جو نعمتیں خدا تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو اس دنیوی زندگی میں عطا کرتا ہے یا جو  
مصیبتیں ان پر نازل فرماتا ہے، وہ بشمار ہیں۔ مجملہ ان کے مال و دولت، جاہ و ثروت، قوت و شوکت،  
آل اور اولاد، فقر و فاقہ، ذلت و افلاس، وغیرہ وغیرہ ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان نعمتوں کے عطا ہونے  
یا مصیبتوں کے نازل ہونے کا سبب انسان کی ذاتی خصلت جیسی نیک یعنی یا گراہی، فرمانبرداری یا نافرمانی  
نہیں ہوتی۔ مثلاً کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک عرصہ تک خدا تعالیٰ نافرمان سرکشوں، فاسقوں اور بدکاروں  
کی باگ ڈوب لیتی رہتا ہے اور ان کو بیشمار دنیوی نعمتیں عطا کرتا ہے اور اُس عذاب تک جو آئندہ زندگی  
میں ان کے لئے مہیا کیا ہے ان کو ملت دیتا ہے۔ اسی طرح خدا اپنے بعض نیکوں کا امتحان اور ان  
کی آزمائش کرتا ہے۔ جو نیک بندے خدا کی آزمائشوں پر صبر و شکر کرتے ہیں ان کی ثنا و صفت

قرآن مجید میں اس طرح کی گئی ہے کہ  
الَّذِينَ إِذَا أَصَابْتَهُمْ  
مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَأَنَا  
لِيَسَّرَ اجْعَلُونَ  
لوٹ کر جانے والے ہیں۔“

پس اس قسم کی نعمتوں یا مصیبتوں میں کسی کی رضامندی یا ناراضی، نیک چلنی یا بدکاری کو کچھ دخل  
نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف ان نعمتوں اور مصیبتوں میں دخل ہوتا ہے جن کے ساتھ اعمال کو نسبت کا تعلق ہوتا  
ہے۔ جیسے فقر و فضول خرچی، ذلت اور نامردی، سلطنت کی تباہی اور ظلم میں تعلق ہے۔ یا جیسے غالب  
ثروت کو حسن تدبیر اور عزت کو خودداری کے ساتھ تعلق ہے۔

اس وقت جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ اشخاص کی حالت ہے لیکن قوموں کی حالت ایسی نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ قوموں

کی زندگی اور ان کی دنیوی سعادت اور بہبودی کا سبب صرف وہ روح ہے جس میں خدا نے غور و فکر کی صحت کرنے، جذبات کو دبانے، خواہشات کو روکنے، ہر ایک کام اور مقصد کے لئے اس کے مناسب تدبیر کرنے، باہمی محبت اور اخوت قائم رکھنے، امانت داری اور عام خیر خواہی پر ثابت قدم رہنے کی طاقت و ولایت کی ہے۔ کسی قوم میں جب تک یہ روح باقی رہتی ہے اس وقت تک اس کی نعمت زائل نہیں ہوتی۔ ہاں جس قدر یہ روح قوی ہوتی جاتی ہے اسی قدر نعمتیں بڑھتی جاتی ہیں اور جس قدر یہ روح سست اور کمزور ہوتی جاتی ہے اسی قدر خدا کی نعمتیں گھٹتی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ جس منحوس وقت میں یہ روح قوم سے جدا ہوتی ہے تو مروت و شروت، نشان شوکت، آرام راحت، عزت عظمت، تمام چیزیں اس کے ساتھ ہی رخصت ہو جاتی ہیں اور سوائے ذلت، خواری، افلاس، فنا داری، بد بختی اور ناہنجاری کے کوئی چیز باقی نہیں رہتی اور کوئی ظالم یا عادل قوم اس پر تسلط ہو جاتی ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ

وَإِذَا سَرَدْنَا أَنْهَكَ قَوْمَهُ  
أَمْ رَأَيْتُمْ فِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا  
فَخَنَىٰ عَلَيْهَا الْعُقُولَ فَمَا زَالُوا  
تَدْمِيرًا  
جب ہم کو کسی گانوں کا ہلاک کرنا منظور ہوتا ہے تو اس کے خوشحال لوگوں کو ایک حکم دیتے ہیں پھر وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں جس سے وہ بستی عذاب کی مستحق ہو جاتی ہے پھر ہم اس بستی کو مار کر تباہ اور برباد کر دیتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو نیک اور اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں مگر وہ ان کو چھوڑ کر بد کاریوں اور ناہنجاریوں کی طرف جھک پڑتے ہیں اور اپنی بد اعمالیوں کے سبب ہلاک اور برباد ہوتے ہیں پھر نہ ان کو رونے اور چلانے سے کچھ نفع پہنچتا ہے اور نہ ان کے اعمال اور کاموں کی صورتیں جو باقی رہ جاتی ہیں ان کو فائدہ دیتی ہیں اور نہ ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ غرض کہ ان کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ کوئی چیز ان کی اس مصیبت کو دفع نہیں کر سکتی مگر یہ کہ وہ اسی روح کی طرف التجا کریں اور صبر و شکر و ذکر تک کے قاصد بنیں اور اس کے بلاویں۔ خدا فرماتا ہے کہ

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغَيِّرُ مَا بَعَثَ فِيهِ رَسُولًا مَّا يَأْتِيهِمْ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا  
خدا کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے جو لوگ پہلے گزرے ہیں ان میں بھی خدا کا یہی دستور رہا ہے اور تم خدا کے دستور میں ہرگز کسی طرح کا تغیر و تبدیل نہ پاؤ گے۔

قرآن شریف میں علم کے سکھنے اور سکھانے اور عام لوگوں کو رہنمائی کرنے، اچھے کاموں کا حکم دینے،

بری باتوں سے روکنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کہا ہے کہ

فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون

”ایسا کیوں نہیں کیا کہ مسلمانوں کی ہر ایک جماعت میں سے کچھ لوگ اپنے گھروں سے نکلے ہوتے کہ دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرتے اور جب سیکھ کر اپنی قوم میں واپس جلتے تو اُس کو خدا کی نافرمانی سے ڈراتے تاکہ وہ لوگ بھی بُرے کاموں سے بچیں“

اس کے بعد دوسری آیت میں بھی یہی حکم دیا گیا ہے یعنی

ولا تكونوا كالذين تفرقوا خلفة ما من بعد ما جاءهم البينات وأولئك لهم عذاب عظيم۔ يوم تبيض وجوه وتسود وجوه فالما الذين اسودت وجوههم كفرتم بعد ايمانكم فذوقوا العذاب۔ ما كنتم تكفرون۔ واما الذين ابضت وجوههم ففي رحمة الله هم فيها خالدون۔ تلتل آيات الله نتلوها عليك بالحق وما الله يريد ظلما للعالمين والله ما في السموات وما في الارض والى الله ترجع الاموار

”تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہئے جو لوگوں کو پہلانی کی طرف بلائیں اچھے کام کرنے کو کہیں برے کاموں سے منع کریں اور آخرت میں ایسے ہی لوگ اپنی مراد کو پہنچیں گے۔ اور ایسے نہ بنو جو ایک دوسرے سے بچھڑ گئے اور صاف صاف احکام آئے پیچھے آئیں میں اختلاف کرنے لگے اور یہی ہیں جن کو آخرت میں بڑا عذاب ہوگا جس دن کہ بعض لوگوں کے منہ سیاہ ہونگے ان سے کہا جائے گا کہ کیا تم ایمان لائے پیچھے کافر ہو گئے تھے تو اب اپنے کفر کی سزائیں عذاب کے فرسے چکھو۔ اور جن لوگوں کے منہ سفید ہونگے وہ اللہ کی رحمت یعنی بہشت میں ہونگے اور وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے اسے پیغمبر! یہ ہماری آیتیں ہیں جو ہم جبرئیل کی معرفت تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور اللہ دنیا جہان کے لوگوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب کچھ اللہ ہی کا

ہے اور سب کاموں کی پہنچ آخر کار خدا ہی تک ہے“

اس سخت وعید کے بعد ان لوگوں کا حال بیان کیا ہے جو اچھے کاموں کا حکم دینے والے اور

بری باتوں سے روکنے والے ہیں۔ فرمایا ہے کہ

لكنم خير امة اخرجت للناس تاكفرون بالمعروف و يتوبون

”لوگوں کی رہنمائی کے لئے جس قدر امتیں پیدا ہوئیں ان میں سے تم مسلمان سب سے بہتر ہو کہ اچھے کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو

عَنِ الْمُتَكْرِرِ لَوْ مَوْنٌ بِاللَّهِ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

اس آیت میں اچھے کاموں کے کئے اور بُرے کاموں سے منع کرنے کو ایمان پر مقدم رکھا ہے حالانکہ ایمان ایسی چیز ہے جس پر تمام نیک کاموں کا مدار ہے۔ یہاں اس کی تقدیم سے یہ غرض ہے کہ اس مقدس فرض کی قدر و منزلت ظاہر کی جائے اور جتلا دیا جائے کہ یہ فرض ایمان کا محافظ ہے اس کے بعد قرآن مجید اُن لوگوں کو ملامت کرتا ہے جو اس فرض سے غافل ہو گئے تھے۔ اور کہتا ہے کہ

لَعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ ”بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور مریم  
 عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ کے بیٹے عیسیٰ کی بد دعا سے پھٹکا رپڑی یہ پھٹکا زان پر اس سے  
 ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ۔ کانا پڑی کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے بڑھتے جاتے تھے۔ جو کام  
 لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ ایک بار کر بیٹھے تھے اس سے باز نہ آتے تھے البتہ بہت ہی برے  
 مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ فعل تھے جو وہ لوگ کیا کرتے تھے“

مذہب اسلام نے فقیروں کے لئے تونگروں اور دولت مندوں پر ایک خفیف سہی قسم مقرر کی ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک صاحب نصاب پر واجب کیا ہے۔ یہ رقم فقیروں اور محتاجوں کی دست گیری، قرضداروں کی ربائی، غلاموں کی آزادی اور مسافروں کی امداد میں صرف ہوتی ہے اس فرض کے علاوہ خیرات اور صدقات کی بے انتہا ترغیب دی گئی ہے اور اکثر جگہ اُس کو ایمان کا عنوان اور ہدایت کی دلیل کہا گیا ہے۔ اس سے اہل فقر و فاقہ کے دلوں کو حسد اور کینے سے پاک فرما کر دیا جو اُن کو تونگروں اور دولت مندوں سے تھا اور بجائے عداوت کے اُن کی محبت دلوں میں پیدا کر دی۔ دولت مندوں کو غویبوں اور محتاجوں پر رحمت اور شفقت کی تعلیم دی۔ اس سے ہر ایک قسم کے اور ہر طبقے کے لوگوں میں جمعیت اور اطمینان کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ امراض تمدن کے واسطے اس سے بہتر اور کیا دوا ہو سکتی تھی۔ یہ خدا کا فضل اور اُس کی مہربانی ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

مذہب اسلام نے شراب اور قمار بازی کو حرام کر کے شر اور فساد کے سرخشیوں کو بند کر دیا جو عقل اور دولت کے لئے تباہی اور بربادی کا باعث تھی۔

# قرآن مجید

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طفولیت اور اُن کے اُمی ہونے کا حال جو ہم بیان کر چکے ہیں ہم کو ایسے متواتر طریقے سے معلوم ہوا کہ جس میں ذرا بھی شک کرنے کی مجال نہیں۔ دنیا کی وہ تمام قومیں جو تاریخ اسلام سے آگاہ ہیں اس خبر کو بطور تواتر کے بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کتاب تھی جس کی نسبت وہ دعویٰ کرتے تھے کہ یہ مجھ پر خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور وہ کتاب قرآن مجید ہے جو صحف کی شکل میں لکھا گیا ہے اور جو مسلمان حافظوں کے سینوں میں آج تک محفوظ ہے۔ اس کتاب میں گذشتہ قوموں کے ایسے حالات اور واقعات بیان کئے گئے ہیں جو موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے عبرت انگیز ہیں۔ اس میں صحیح صحیح واقعات کو بیان کر دیا ہے اور جھوٹے قصوں اور پادروا فسانوں کو جو اوہام نے اُن کے ساتھ شامل کر لئے تھے چھوڑ دیا ہے اور اُن سے عبرت حاصل کرنے کے لئے مستنبط کیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے تاریخی حالات اور اُن معاملات کو جو اُن کو اپنی قوموں کے ساتھ پیش آئے ذکر کیا ہے۔ اور اُن تمام جھوٹے اتہاموں کی تردید کی ہے جو اُن کی رسالت اور نبوت کے ماننے والوں اور اُن کے مذہب کے پیروں نے اُن کے ذمہ لگا رکھے تھے۔ مختلف مذہبوں اور ملتوں کے علماء سے جنہوں نے اپنے مذہبی عقائد اور احکام کو نبی نبی بدعتوں کے ساتھ خلط ملط کر کے فاسد کر دیا تھا اور آسمانی کتابوں میں تاویل کر کے تغیر و تبدل کر دیا تھا، مواخذہ اور باز پرس کی اور ایسے آئین اور قوانین بنا کر جو تمام انسانی افراد کی مصلحتوں پر پورے طور پر مبنی ہیں۔ جب تک اُن قوانین اور احکام کی پابندی کی گئی اور اُن پر عمل رکھا گیا تو بہترین نتائج ظاہر ہوئے اور عدل و انصاف کی بُنیاد اُن کے ذریعے سے مستحکم طور پر قائم ہوئی اور جو لوگ اُس کی مقررہ حدود پر قائم رہے اُن کی قسمت کا ستارہ برتری اور عروج کے آسمان پر چمکتا رہا اور جب اُن قوانین کی پابندی چھوڑ دی اور اُن سے منحرف ہو گئے تو تخت نقصان پہنچا وغرض کہ اس لحاظ سے وہ اُن تمام قوانین سے بہتر ہیں جن کو قوموں نے سالہا سال کے تجربہ کے بعد وضع کیا ہے۔

قرآن مجید ایسے زمانہ میں نازل ہوا جس کی نسبت تمام زاویوں کا اتفاق ہے اور متواتر خبروں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عرب کی تاریخ میں فصاحت اور بلاغت کے لحاظ سے بہت ہی اعلیٰ درجہ کا زمانہ تھا۔

اُس وقت جزیرہ عرب میں نصیحوں، بلینوں، شاعروں اور خطیبوں کی ایک جماعت کثیر موجود تھی جو پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ ان میں سے ہر شخص اس بات پر متما تھا اور اپنی تمام عقلی اور ذہنی قوتوں کو صرف کرتا تھا کہ اُس کا بول بالا رہے اور اُس کا خطبہ یا قصیدہ سب بڑھا چڑھا اور مقبول خاص عام ہو۔ غرض کہ اُس وقت یہی ایک چیز تھی جو اُن کے لئے مابہ الافخار اور مایہ ناز تھی۔

اسی طرح ہم کو متواتر طریقہ سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اُن کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معارضہ کرنے اور آپ کے دعووں کے باطل کرنے کے لئے ہر قسم کے وسائل ہمہہمہ بنجانے کی نہایت حرص اور تمنا تھی۔ ان میں جو لوگ بادشاہ اور حاکم تھے اُن کو اُن کی سلطنت اور حکومت کے غورنے آپ کی عداوت پر آمادہ کیا تھا۔ جو لوگ خطیب یا شاعر یا انشا پرداز تھے وہ اپنی فصاحت و بلاغت اور جادو و سیانی کے نشتر میں اس قدر متوالے ہو رہے تھے کہ نہایت تکبر کے ساتھ آپ کی متابعت اور پیروی سے ناک چڑھاتے تھے۔ ان تمام لوگوں نے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اپنی توہین اور کسر شان سمجھتے تھے اپنے آبائی مذہب کی حمیت کے جوش میں اگر اپنی پوری قوت کے ساتھ آپ کا مقابلہ کیا۔ مگر باوجود اس کے آپ ہمیشہ اُن کی رائے کی غلطی اور اُن کی عقل کی سفاہت ظاہر کرتے اور اُن کے بتوں کی توہین اور تحقیر کرتے تھے اور اُن کو ایسی باتوں کی طرف دعوت کرتے تھے جن سے اُن کے کان محض نا آشنا تھے اور ان تمام اُمور میں آپ کی صرف یہ دلیل تھی کہ قرآن مجید کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت کی برابر کوئی کلام بنا لے جو فصاحت و بلاغت اور پاکیزگی مضامین کے لحاظ سے اُس کے ساتھ مناسبت اور مشابہت رکھتا ہو۔ ان میں اس قدر استطاعت تھی کہ وہ عرب کے فاضلوں، نصیحوں اور بلینوں کو جمع کرتے اور آپ کی اس جستجی کے باطل کرنے اور آپ کو ساکت کرنے کی غرض سے قرآن مجید کی مثل کوئی کلام تالیف کرتے۔

ہم کو متواتر طریقہ سے معلوم ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ دعویٰ اور تجویز اور طلب معارضہ عرصہ دراز تک جاری رہا اور عرب کے لوگ بھی اپنی گمراہی اور خود سری پر برابر لٹے رہے۔ مگر تاہم وہ اس باب میں بالکل عاجز اور ناکام رہے اور قرآن مجید کا بول بالا رہا۔ سبے شک ایک اُمی شخص کی زبان سے ایسی بے مثل کتاب کا ظاہر ہونا اعلیٰ درجہ کا معجزہ ہے اور اس بات کی یقینی دلیل ہے کہ قرآن مجید آدمی کا بنا یا ہوا کلام نہیں ہے بلکہ وہ ایک نور ہے جو علم الہی کے آفتاب کے روشن کرنے کے لئے پھمکا ہے۔ اور حکم خداوندی ہے جو نبی اُمی صلوات اللہ علیہ کی زبان مبارک پر ظاہر ہوا ہے۔



بنا سکتے انسان کا کام نہیں ہے، اور ناممکن ہے کہ ایسا دعویٰ کسی ذمی عقل سے سرزد ہو بلکہ جس کسی کو ذرہ بھی عقل ہوتی ہے اس کو یہی خیال ہوتا ہے کہ دنیا خالی نہیں اور ایک سے ایک لائق اور باکمال موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ کسی انسان کا دعویٰ نہیں بلکہ یہ خدا کا دعویٰ ہے جس کو علم ہے کہ تمام انسانی قوتیں اس کے مقابلہ میں بالکل عاجز اور بے کار ہیں۔

ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ جواب عاجز ہو جانا صرف اس شخص پر حجت ہی جو عاجز ہو جائے۔ کیوں کہ بعض اوقات خصم اپنے مسلمات کی وجہ سے عاجز ہو جاتا ہے اور جواب نہیں دے سکتا۔ ممکن ہے کہ وہ سرراشخص ان کو تسلیم کرتا ہو اس لئے یہ دلیل اس کو ساکت نہیں کر سکتی۔

یہ شیعہ ہمارے گزشتہ بیان پر غور کرنے سے رنج ہو جاتا ہے کیوں کہ قرآن مجید کے اعجاز اور دلیل کے ساکت کرنے میں صرف یہی مشابہت ہے کہ دونوں کا نتیجہ عجز ہوتا ہے مگر ان دونوں قسم کے عجز میں بہت بڑا فرق ہے۔ اس لئے کہ اعجاز القرآن کی بنیاد ایک اتقی امر پر ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام انسانی قوتیں اس کے مرتبہ بلاغت سے عاجز ہیں۔ تمام انسانی قوتوں کو ہم نے اس جسے قاصر لکھا ہے کہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا اور ایسے زمانہ میں نازل ہوا جو فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے عرب کی تاریخ میں نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا زمانہ تسلیم کیا جاتا ہے، اور عرب کے لوگ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت سے بے انتہا دشمنی اور عناد رکھتے تھے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، مگر تاہم وہ قرآن مجید کا معارضہ نہ کر سکے۔ ایسی حالت میں خیال نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی ایرانی یا ہندوستانی عربی زبان کو ایسی اعلیٰ درجہ کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ لکھ سکے یا بول سکے۔ اور ایسا کلام تالیف کر سکے جس سے خود عرب کے تمام فصیح و بلیغ قاصر رہے۔ حالانکہ ان کو نشوونما اور ابتدائی تربیت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت اور مناسبت تھی، بلکہ ان میں سے اکثر اشخاص درس و تعلیم کی وجہ سے امتیاز اور خصوصیت رکھتے تھے۔ یہ اس بات کا قطعی فیصلہ اور یقینی دلیل ہے کہ ایسے کلام کا کسی بشر سے صادر ہونا عادتاً ناممکن ہے۔

پس اس عظیم الشان معجزے اور اس کتاب مقدس سے جس میں کبھی تغیر تبدیل نہیں ہو سکتا آں حضرت صلعم کی نبوت اور رسالت ثابت ہو گئی لہذا آپ کی رسالت کی تصدیق کرنا اور جو کچھ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے اس کا اعتقاد رکھنا اور آپ کی ہدایتوں اور سنتوں پر عمل کرنا ہم پر واجب ہے قرآن مجید میں آیا ہے کہ آپ تمام اعمال دنیا ہیں، لہذا اس پر بھی ایمان لانا ہمارا فرض ہے۔

# امکانِ وحی

لفظِ وحی سے جو معنی مراد لئے جاتے ہیں اور جس مضموم پر اُس کا اطلاق ہوتا ہے اول ہم اُس کی تشریح کرتے ہیں اِس کے بعد ہم اِس امر کی نسبت گفتگو کریں گے کہ آیا وحی ممکن ہے یا نہیں۔ لفظِ وحی کے معنی مخفی طور پر کلام کرنے کے ہیں جس کا اور اشخاص سے پوشیدہ رکھنا منظور ہو اور حاملِ مصدر کے طور پر اِس لفظ کا اطلاق اُس خط و کتابت پر بھی ہوتا ہے جو کسی دوسرے شخص کے اگاہ اور واقف کرنے کے لئے بھیجی جاوے۔ مگر اکثر اِس کا اطلاق اُس پیغام پر ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے کسی پیغمبر پر نازل ہو۔ اور شرعی اصطلاح میں وحی خدا کا وہ کلام ہے جو خدا کی طرف سے اُس کے کسی نبی پر نازل ہو۔ مگر ہمارے نزدیک وحی کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک ایسا امکشاف ہے جس کو انسان اپنے نفس میں پاتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ وہ بالواسطہ یا بلا واسطہ خدا کی طرف سے ہے۔ پہلی صورت کا امکشاف (یعنی بالواسطہ) یا تو آواز کی شکل میں متشکل ہو کر اُس کے کانوں کو محسوس ہوتا ہے یا بغیر آواز کے کسی اور ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ وحی اور الہام میں یہ فرق ہے کہ الہام ایک وجدان ہے جس کا نفس کو یقین ہوتا ہے، اور اُس کو امر مطلوب کی طرف میلان ہوتا ہے مگر نفس کو یہ شعور نہیں ہوتا ہے کہ یہ وجدان کہاں سے حاصل ہوتا ہے۔ غرض کہ یہ وجدان بھوک، پیاس، غم اور خوشی کے وجدان سے زیادہ تر متشابہ ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ اس قسم کا امکشاف جس کو ہم نے وحی سے تعبیر کیا ہے حاصل ہونا ممکن ہے، اور نوع انسان کی وہ مصیبتیں اور ضرورتیں جو عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں خدا کے کسی خاص بندہ پر منکشف ہو سکتی ہیں، اس کا سمجھنا اور یقین کرنا صرف ایسے شخص پر دشوار ہو سکتا ہے جو سمجھنے کا ارادہ نہیں کرتا اور اپنے آپ کو صرف اس لئے سمجھا رہتا ہے کہ وہ ایسی باتوں کو نہیں سمجھتا۔ ہاں ہر زمانہ میں اور ہر ایک قوم میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو اپنی کم عقلی اور کم عقلی کے باعث یقین کی حدود سے بہت دور جا پڑتے ہیں اور جو چیزیں اُن کے ظاہری حواس کے ادراک سے باہر ہوتی ہیں اُن کے وجود میں شک کرنے لگتی ہیں، بلکہ بعض اوقات محسوسات کے وجود میں بھی اُن کو شبہ پڑ جاتا ہے اور وہ اپنی اس لغزش سے بلحاظ ادراکِ ادنیٰ حیوانات کے مرتبے سے بھی نیچے گر جاتی ہیں۔ ایسے لوگ عقل اور اُس کی مخفی قوتوں کو بالکل غارت اور بے کار کر دیتے ہیں، اور اوامر اور نواہی کی قیود سے آزاد اور مطلق العنان ہو کر ایک قسم کی لذت حاصل کرتے ہیں، اور شرم دیا اور چونیک کاموں کی تحریک کرنے والی اور مالاتق باتوں سے روکنے والی

ہو۔ خیر باد کہہ دیتے ہیں اور بالکل حیوان بن جاتے ہیں اور جب نبوت اور مذاہب کی نسبت ان کے روبرو گفتگو کی جاتی ہے اور ان کی عقل اور روحانی قوتیں اس کے سننے کی طرف مایل ہوتی ہیں تو وہ ان کو دباتے ہیں اور اس خوف کا نون میں انگلیاں کر لیتے ہیں کہ شاید مذہب کی تائید کرنے والی کوئی دلیل ان کے ذہن میں راسخ ہو جائے اور ان کو کسی شریعت کی پیروی کرنی پڑے، جس سے وہ اپنی مطلق العنانی اور بے قیدی کی لذت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائیں۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جو بعض انسانی نفوس کو لاحق ہو جاتا ہے، اور صرف علم کے ذریعہ سے اس مرض سے شفا حاصل ہو سکتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ وہی میں کون سی بات ناممکن ہے؟ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کو بغیر کسی قسم کی غور و فکر کرنے اور مقدمات کے ترتیب دینے کے ایک بات منکشف ہو جائے جو دوسرے کو نہ ہو، اور اس کو اس بات کا بھی علم ہو کہ یہ انکشاف خدا کی طرف سے ہے جو فطری اور فکری قوتوں کا عطا کرنے والا ہے۔

یہ ایک بدیہی بات ہے کہ انسانی عقول کے درجات متفاوت اور مختلف ہیں اور ایک دوسرے سے بالاتر ہیں۔ ان میں سے ادنیٰ درجہ کی عقول کو وہ ادراک صرف اجالی طور پر ہو سکتا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عقول کو بسط اور تفصیل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ انسانی عقول کا یہ تفاوت مدارج تعلیم کے تفاوت سے پیدا نہیں ہوا بلکہ وہ فطری ہے، جس میں انسان کی کوشش اور اس کے کسب کچھ دخل نہیں۔ اور اس میں بھی کچھ شبہ نہیں کہ بعض مسائل جو بعض عقلا کے نزدیک فطری ہیں ان سے اعلیٰ درجہ کی عقول کے نزدیک بدیہی ہیں اور یہ مراتب درجہ بدرجہ ترقی کرتے جاتے ہیں جن کی کوئی تعداد مقرر نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ بعض اشخاص جن کی فطری طور پر ہمیشہ بلند اور نفوس عالی ہوتے ہیں ان کو بعید الحصول باتیں قریب الحصول نظر آتی ہیں اور کوشش کر کے ان کو حاصل کر لیتے ہیں۔ عوام الناس ابتداءً ان کا انکار کرتے ہیں، مگر آخراً میں تعجب کرنے لگتے ہیں اور ان کے عقلا مانوس ہو جاتے ہیں اور ان کو ایسی عمدہ اور بدیہی باتیں سمجھنے لگتے ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا، اور جب کوئی انکار کرتا ہے تو اس سے اسی طرح لڑتے جھگڑتے ہیں جس طرح ابتدا میں ان کی طرف سے دعوت کرنے والے سے جھگڑتے تھے۔ اس قسم کے لوگ باوجود قلت کے آج تک ہر ایک قوم میں موجود ہیں۔

پس اگر یہ مقدمات جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں تسلیم کرنے جائیں (اور سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہیں)، تو اس نتیجہ کو تسلیم نہ کرنا جو ان مقدمات سے پیدا ہوتا ہے نہایت سفاہت اور کم عقلی کی بات ہے، اور وہ نتیجہ یہ ہے کہ بعض انسانی نفوس ایسے ہو سکتے ہیں جو محض فطری طور پر لطیف اور پاکیزہ ہوں اور محض فیضان

آسمی سے اس امر کی استعداد اور قابلیت رکھتے ہوں کہ وہ انسانیت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائیں اور ایسے رموز اور اسرار کو جن کو عام لوگ لائل اور براہین کے ذریعہ سے بھی نہیں سمجھ سکتے عیسائی طور پر شاہدہ کر لیں۔ اور جس طرح ہم اپنے امتدادوں سے ظلم حاصل کرتے ہیں اُس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ وہ خدا سے علم و حکمت سیکھتے ہوں اور سیکھنے کے بعد لوگوں کو اُس کی طرف دعوت کرتے ہوں۔ ہر ایک قوم اور ہر ایک زمانہ کی ضرورتوں کے موافق عادت اللہ ہی طرح جاری رہی ہو کہ وہ اپنی رحمت سے ایسے شخص کو ظاہر کرتا ہے جو اُس کی حمایت اور مربانی کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے اور اجتماع انسانی کی ضرورتوں اور مصلحتوں کو پورا کرتا ہے اور جب نوع انسان قوت اور استحکام کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے اور جو چراغ اُس کی ہدایت کے لئے رکھے گئے ہیں وہ کافی ہوتے ہیں تو راست ختم ہو جاتی ہے اور نبوت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

بعض آسمانی روجوں کا موجود ہونا اور ان کا اس مرتبہ کے لوگوں پر ظاہر ہونا بھی ایسی بات نہیں جس میں کسی قسم کا احتمال ہو۔ کیوں کہ ہم بطور خود اپنے دلوں میں سمجھتے ہیں اور یقین کرتے ہیں اور قدیم و جدید علوم نے بھی ہم کو بتلایا ہے کہ بعض موجودات ایسے بھی ہیں جو زیادہ لطیف ہیں اگرچہ وہ ہماری نظر سے غائب ہیں اور ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔ پس ممکن ہے کہ بعض اس قسم کے لطیف وجود علم آسمی کو روشن کرنے والے ہوں اور انبیاءِ عظیم اسلام کے نفوس ان کو دیکھ سکتے ہوں۔ اگر اس امر کی ہم کو کوئی سچی خبر مل جلتے تو اُس کی صحت کے یقین کرنے میں کون چیز مانع ہو سکتی ہے؟

جن لوگوں کو خدا نے اس مرتبہ کے ساتھ مخصوص کیا ہے ان کے ظاہری جوہر میں ان روجوں کی آوازوں اور شکلوں کا متمثل ہونا کچھ بعید اور غیر معمولی بات نہیں۔ اس لئے کہ نبوت کے منکر بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ بعض خاص امراض کے مریضوں پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ ان کے بعض معقولات ان کے خیال میں متمثل ہو کر محسوسات کے درجہ کو پہنچ جاتے ہیں، اور مریض ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور کانوں سے سنتا ہے، بلکہ ان کے ساتھ کشتی لڑھانا اور مقابلہ کرتا ہے۔ حال آنکہ واقعی طور پر ان تمام باتوں کی اصلیت اور حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ پس اگر تسلیم کر لیا جائے کہ بعض ذہنی امراض کے عارض ہونے کے وقت بعض معقولات متمثل ہو کر محسوسات کے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں، تو کیا وجہ ہے کہ اس امر کو تسلیم نہ کیا جاوے کہ بعض قرائن معقولہ نفوس عالی میں متمثل ہو سکتے ہیں اور یہ اُس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ عالم حس سے گزر کر عالم قدس کے ساتھ متصل ہو جاتے ہیں، اور یہ حالت اس درجہ کے لوگوں میں عقل کی صحت اور اُس کی روشنی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ کیونکہ

ان کے مزاج میں ایسی خصوصیتیں ہوتی ہیں جو دوسرے مزاجوں میں نہیں ہوتیں۔ اس کے تسلیم کر لینے سے زیادہ سے زیادہ جو بات لازم آتی ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو ان کے اجسام کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق ہے، جس کی نظر عام لوگوں میں موجود نہیں۔ یہ بات بھی ایسی ہے جس کا قبول کر لینا بہت آسان بلکہ نہایت ضروری ہے۔ کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کی حالت بھی عام لوگوں کے حالات سے بالکل علیحدہ اور غیر معمولی ہوتی ہے، اور یہی مغایرت ہے جس سے ان کو امتیاز اور خصوصیت حاصل ہوتی ہے، اور یہی ان کی رسالت کی دلیل ہوتی ہے۔ جو کچھ وہ مشاہدہ کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں اُس کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ ان کی دوا سے قلبی امراض کو شفا ہوتی ہے اور جو قومیں ان کے مسلک کی پیروی اور ان کے احکام کی تعمیل کرتی ہیں ان کی ہمتیں بلند اور عقلیں روشن ہو جاتی ہیں۔ بیماروں سے صحیح باتوں کا صادر ہونا اور مجنونوں اور پاگلوں سے نظام عالم کا درست ہونا ایسی بات ہے جس کو کوئی شخص بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔

# اعتراض و اس کا جواب

مذہبِ اسلام مختلف قوموں اور مختلف فرقوں کو اتحاد و اتفاق کی طرف دعوت کرتا ہے، اور اختلاف اور تفرقہ کو مٹاتا ہے۔ اس کی الہامی کتاب میں لکھا ہے ”جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرقے بن گئے تم کو ان کے جھگڑوں سے کچھ سروکار نہیں“ پس کیا وجہ ہے کہ مختلف مذہبوں اور مشربوں کے لحاظ سے اس بے شمار فرقے بن گئے۔ جب کہ اسلام بندہ کے مونہ کو زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے خدا سے وحدہ لا شریک کی طرف پھیرتا ہے، تو کیا وجہ ہے اس بات کی کہ عام مسلمان اپنی گردنوں کو ایسی چیزوں کے آگے جھکتے ہیں جو اپنی ذات کے لئے بھی برائی بھلائی نفع نقصان کے مالک نہیں اور اس کو توحید کا ایک رکن خیال کرتے ہیں۔ اور جب کہ اسلام وہ پہلا دین ہے، جس نے عقل کو خطاب کیا اور کائنات میں غور کرنے کی طرف اس کو راغب کیا اور اس خاص امر میں جہاں تک اس کی طاقت ہے اس کو بالکل آزاد اور مطلق العنان کر دیا اور ایمان کی مخالفت کے سوا اس بارہ میں اور کوئی شرط نہیں لگائی۔ پس اس بات کی کیا وجہ ہے کہ اکثر مسلمان علم سے ناراض ہیں، اور خیال کرتے ہیں کہ خدا جہالت کو پسند کرتا ہے، اور خدا کی مخلوقات اور صنعت کی باریکیوں میں بالکل غور نہیں کرتے۔ اس سے پیشتر مسلمان لوگ الفت اور محبت کے امام و پیشوا تھے، مگر آج اس لفظ کا مصداق ان کے خوابِ خیال میں بھی نہیں۔ وہ سنی اور محنت کے پیشوا تھے، مگر آج سُستی اور کاہلی میں ضرب المثل ہیں۔ کس قسم کے عقائد میں جن کو مسلمانوں نے اپنے مذہب میں شامل کر دیا ہے!! حال اس کہ الہامی کتاب ان کے ہاتھ میں ہے جو مذہب کے اصلی اصول اور تراشی ہوئی بدعتوں کو بالکل الگ کر دیتی ہے۔ جب کہ اسلام قرآن کے معنی اور مطالبے غور کرنے کی ہدایت کرتا ہے، پس کیا وجہ ہے اس بات کی، کہ اکثر قرآن کے پڑھنے والے مسلمان اس کو راگ اور راگینوں کی طرح گاتے ہیں اور لفظوں کے سوا خاک نہیں سمجھتے حتیٰ کہ اکثر مذہب کے عالم بھی مکاتہ اور یقینی طور پر نہیں سمجھتے۔ جب کہ اسلام عقل اور ارادہ کو استعمال اور

آزادی عطا کرتا ہے، پس کیا وجہ ہے کہ مسلمان اس کو طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں؟ جب کہ اسلام نے عدل انصاف کی بنیاد ڈالی ہے، تو کیا سبب ہے کہ اکثر مسلمان حاکم ظلم و ستم میں ضرب المثل ہیں؟ جب کہ اسلام غلاموں کے آزاد کرنے کی ہدایت کرتا ہے، تو کیا سبب ہے کہ اسلامی حاکموں اور بادشاہوں نے آزاد لوگوں کے ظلم بنانے کا سلسلہ صدیوں تک برابر جاری رکھا؟ جب کہ رہت بازی و فدا داری اور وعدہ کا پورا کرنا اسلام کے ارکان میں سے گنے جاتے ہیں، تو کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں میں بغا بازی، جھوٹ، تمکاری و ہتھکنڈے کی کثرت ہے؟ جب کہ اسلام فریب بازی اور دھوکا دینے کو حرام بتاتا اور اس کے ارتکاب کرنے والوں کو اپنے زمرہ میں سے خارج کر دینے کی وجہ دیتا ہے، پس کیا وجہ ہے کہ مسلمان لوگ معمولی دھوکے بازیوں اور جیل بازیوں سے خدا اور رسول اور شریعت کے ساتھ دھوکا کرتے ہیں؟ جب کہ اسلام نے ظاہری اور باطنی بدکاریوں کو حرام کیا ہے، تو کیا وجہ ہے کہ مسلمان ہر قسم کی بدکلیوں میں منہمک و مستغرق ہیں؟ جب کہ اسلام نے صاف طور سے بتا دیا ہے کہ مذہب خدا اور رسول کی اطاعت اور فرمان برداری اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کا نام ہے، اور ان کو بتا دیا ہے کہ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو ان پر اشرار کو مسلط کیا جاوے گا، پس کیا وجہ ہے کہ وہ نہ آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتے اور نہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں؟ بلکہ وہ سب متفرق اور منتشر ہیں اور ہر شخص اپنی حالت میں گرفتار ہے، دوسروں کی اس کو کچھ خبر نہیں؟ کیا سبب ہے کہ بیٹے دردی کے ساتھ اپنے باپوں کو قتل کرتے ہیں اور لڑکیاں اپنی ماؤں کی نافرمانی کرتی ہیں، نہ چھوٹے بڑوں کا ادب کرتے ہیں اور نہ بڑے چھوٹوں پر رحم اور شفقت کرتے ہیں۔ دولت مندوں کے مال میں فقیروں اور مسکینوں کا جو حق ہے اور جس کو خدائے ان پر فرض کیا ہے اس کے ادا کرنے میں پہلوتی کرتے ہیں، بلکہ جو کچھ تو ت لایوت خرابیوں کے پاس ہوتا ہے اس کو بھی چھیننے لگتے ہیں؟

ہمارا خیال ہے کہ اسلام کی پوری روشنی اور اس کا منور آفتاب مشرق میں ہو گا اس کی ایک کرن مغرب (یورپ) میں پھینچی اور اس کو روشن کر دیا۔ حالانکہ تمام اہل مشرق جمالت کی تارکیوں میں سرگردان پھر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں کس طرح عقل اس قول کو صحیح تسلیم کر سکتی ہے یا کوئی نقی دلیل اس کی تائید کر سکتی ہے؟ غالباً تم کو معلوم ہو گا کہ جن لوگوں نے علم کا کچھ بھی ذائقہ چکھا ہے، سب سے پہلے ان کے خیالات اس طرف مائل ہوتے ہیں کہ اس مذہب (اسلام) کے اصول اور عقاید بالکل خرافات ہیں۔ اور اس کے مسائل اور احکام بالکل ہیو دم اور لغوی ہیں۔ بلکہ نہایت جوش اور مزہ کے ساتھ اس مذہب کے اصول و عقاید پر طعن و ہستہ کرتے ہیں، اور ان

لوگوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرتے ہیں جو مذہب کے دائرے سے نکل کر بالکل آزاد ہو گئے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ جو لوگ اسلام کی صرف مذہبی کتابوں کی ورق گردانی میں مشغول ہیں اور اپنے آپ کے اس مذہب کا بڑا عالم سمجھتے ہیں وہ عقلی علوم اور نظری مسائل کو تحقیر کی نظر سے دیکھتے اور ان پر عمل کرنا دینی و دنیوی محاذ سے بالکل غائب کرتے ہیں بلکہ اکثر لوگ اپنے ان علوم سے جاہل رہنے پر فخر ظاہر کرتے ہیں۔ مگر مسلمانوں میں سے جو شخص علم کے دروازہ پر بھونچ گیا ہے، اس کو اپنا مذہب سیدہ کپڑے کی مانند معلوم ہوتا ہے جس کو وہ لوگوں کے سامنے ظاہر کرتا ہوتا ہے مگر جس کے دل میں مذہب کی کچھ وقعت ہے، اور اس کے اصول و عقائد کو تسلیم کرتا اور ان کی پروردگی کرتا ہے، وہ عقل کو جنون اور علم کو محض خیال سمجھتا ہے کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ مذہب علم و عقل کے ساتھ متنہیں ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ آج کل کیا بلکہ چند صدیوں سے مسلمانوں کی جیسی کچھ ناگزیر حالت ہو رہی ہے اس کی بیان کرنے میں مقرر نے کسی قسم کا مبالغہ نہیں کیا۔ امام غزالی اور ابن الجوزی وغیرہ نے جو مذہبی امور میں بصیرت رکھتے تھے، اپنے زمانہ کے عام و خاص مسلمانوں کی کیفیت بیان کی ہے جس سے بے شمار ضخیم کتابیں بھری پڑی ہیں۔ لیکن میں نے جو کچھ مذہب اسلام کی نسبت بیان کیا ہے صرف قرآن مجید کے پڑھنے اور اس کے معانی و مطالب سمجھنے سے اس کو ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اور جس قدر میں نے اس کے عمدہ نتائج ذکر کیے ہیں، محققین اسلام اور دوسری قوموں کے بالانصاف مورخوں کی کتابوں میں دیکھنے سے ان کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اور فی الحقیقت یہی اسلام ہے، اور اس کی نسبت ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ وہ بالکل عقل اور سراسر ہدایت ہے۔ جو شخص عہدگی کے ساتھ اس کا استعمال کرے گا، اور اس کے احکام کی تعمیل اور اس کی ہدایتوں پر عمل کرے گا، وہ بالضرور دینی اور دنیوی سعادت حاصل کرے گا، جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ امراض تمدن کے معاہدہ میں ایک عرصہ تک اس کا تجربہ ہو چکا ہے اور اس کی کامیابی اس قدر وضاحت کے ساتھ ظاہر ہو چکی ہے جس کا کوئی اندھا اور بہرا بھی انکار نہیں کر سکتا۔ زیادہ سے زیادہ اس اعتراض کے جواب میں جو کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک طبیب نے کسی مریض کو ایک دوا دی جس سے وہ بالکل تندرست ہو گیا، مگر طبیب اسی مرض میں مبتلا ہو گیا، وہ بیماری کی تکلیف اٹھا رہا ہے اور باوجودیکہ وہی دوا اس کے پاس موجود ہے مگر اس کو استعمال نہیں کرتا۔ جو لوگ اس کی عیادت کرتے ہیں یا اس کی مصیبت پر خوش ہوتے ہیں وہ اس دوا کو استعمال کرتے ہیں اور صحت پاتے ہیں مگر وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو کر موت کا انتظار کر رہا ہے۔

تصنیف علامہ مصری محمد فرید و جدی۔ نواب حسن الملک مرحوم کے  
 المدنیۃ والاسلام حکم سے یہ بے نظیر کتاب نہایت سلیس اور فصیح اردو میں ترجمہ کی گئی  
 ہے۔ جنزبلی تعلیم اور مغربی علوم و فنون کی بدولت جو محمدانہ خیالات مسلمانوں میں پھیلنے لگے  
 ہیں ان کی توجیہ کنی کے لئے آج تک اس پایہ کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب کو خوشے  
 پڑھ لینے کے بعد ہر شخص کو یقین ہو سکتا ہے کہ دنیا جس قدر علوم طبعی میں ترقی کر رہی ہے اسی  
 قدر وہ اسلام سے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ .. .. . قیمت پندرہ

(مولفہ مولوی محمد عبدالغفور صاحب فاروقی)  
**مصباح الکلام فی طریق الاسلام** رئیس محمد آباد ضلع اعظم گڑھ، اس کتاب  
 میں منافع خاصہ اربع، شان رزاقی، شان و ہمت، خلقت انسانی، قوت عقلی، اسلامی عقائد،  
 بعثت انبیاء کے وجوہ، فرقہ ہنود کا تذکرہ، بت پرستی، الاسلام، اسلامی تعلیم کی خوبیاں، ازدواج  
 و تعدد ازدواج کے متعلق عقلی فیصلہ، طلاق کی حقیقت، تذکرہ ازدواج نبوی، محاسن  
 اخلاق کی تعلیم، راستبازی، رحم دلی، پینمبر اسلام اور حکومت، الجزیہ، اسلام پر زوال،  
 مباحث متعلقہ بلسلہ تقدیر، مجموعہ احادیث، قرآن، معنی قرآن، اور تذکرہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 وغیرہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ آیات قرآنی و احادیث نبوی سے ثابت و بیان کئے  
 گئے ہیں۔ کاغذ ولایتی قسم اول ٹائٹل رنگین نہایت خوبصورت فیچلہ .. .. . عیب

ملنے کا ستہ

ایم اے اے کلچرل بک ڈپو  
 علی گڑھ

# بفضل خدا

انسٹی ٹیوٹ پریس میں (جو سر سید علیہ الرحمۃ کا قائم کیا ہوا اور محمد ن کالج کی ملک ہونے کی وجہ سے حقیقی معنوں میں ایک قومی پریس ہے) لوہے اور تھپر دونوں قسم کے چھاپوں میں اُردو انگریزی ہر قسم کا کام بہت صحت اور کفایت کے ساتھ ہوتا اور وقت پر دیا جاتا ہے۔ اہل ذوق و ضرورت کم از کم ایک بار ضرور امتحان فرمائیں۔ نثر، زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔

مطبع کو اس کے قدیم و اہل نظر سرپرستوں کی جانب سے جو اطمینان بخشا سنا حاصل ہوئی ہیں ان کی نقل عند اطلب روانہ کی جاسکتی ہے۔

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نامی ایک اخبار بھی اس پریس سے نکلتا ہے جو کالج کا سرکاری اخبار ہے اور جو سر سید علیہ الرحمۃ نے کالج کی بناسے بھی قبل جاری کرنا شروع کیا تھا اور جس میں کالج کی خبروں کے علاوہ عام اور مفید و دلچسپ مضامین شائع ہوتے ہیں۔ قیمت سالانہ لاکھ ششماہی ہے۔

ہر قسم کی خط و کتابت کے لئے تیتہ :-  
نیچر صاحب ٹیلیویٹ پریس علی گڑھ



ع۔ رت

297.45  
۲۹۷۴۵

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار  
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی  
صورت میں ایک آنہ یو دیہ دیرا نہ لیا جائے گا۔

# پہلی پیمائش

## جامعہ علامیہ

۱۔ اگر کوئی شخص جامعہ علامیہ میں داخلہ لے گا تو اس کے لئے

۲۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۳۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۴۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۵۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۶۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۷۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۸۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۹۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۱۰۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۱۱۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۱۲۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۱۳۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۱۴۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۱۵۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۱۶۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۱۷۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۱۸۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۱۹۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۲۰۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۱۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۲۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۳۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو

۴۔ اس کے لئے جامعہ علامیہ میں داخلہ لینے والے شخص کو



